استبقوا الخیرات

مجلسِ خدّامُ الاحمدیّہ مرکزیّہ کا ترجُمان

اپریل ۱۹۶۵ء

چندہ سالانہ ۶ روپے

فی پرچہ ۶۲ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۱ — ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ / شہادت ۱۳۴۴ھش — شمارہ ۶

اپریل ۱۹۶۵ء

سرپرست
حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد مدظلہ
صدر مجلس خدام الاحمدیہ

ایڈیٹر: لطف الرحمٰن محمود — معاون: محمد شفیق قیصر

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ترتیب

سُرخ نشان

اس ◯ دائرہ میں سُرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذمہ "خالد" کا سالانہ چندہ واجب الادا ہے۔ براہ کرم بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں ورنہ آپ کے نام وی پی بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض اور ادارہ سے تعاون ہے۔

(مینیجر ماہنامہ خالد۔ ربوہ)

مَعرُوضات

۱۔ نماز باجماعت کی اہمیت

ٹورنامنٹ، میچ، ورزشی یا تعلیمی مقابلہ جات، مباحثات اور دیگر تقاریب کے مختلف پروگرام مرکزی اداروں کی زیرِنگرانی وقتاً فوقتاً مرکز میں منعقد ہوتے رہتے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ نماز کے اوقات کا پروگرام مرتب کرتے وقت خیال رکھا جائے۔ اصولاً جہاں کہیں ہماری جماعت کے کسی ادارے یا تنظیم کے زیرِاہتمام کوئی ایسی تقریب ہو تو منتظمین اصحاب کو نماز کے وقت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ مرکزِ سلسلہ میں تو ایسی تقاریب کے موقع پر خاص طور پر اس اہتمام کی ضرورت ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ کبھی کبھی کہیں کہیں بھول چوک ہو ہی جاتی ہے جس کی وجہ سے اعتراض کا موقع پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر یہ خوف نہ بھی ہو تب بھی ہمیں خود ہی اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ حُرماتِ اسلام اور شعارِ اسلام کا پُرخلوص احترام ہمارا اوّلین فرض ہے۔ یہ امتیازی خصوصیت ہماری زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہونی چاہیئے۔ ادارہ جات کے ناظمینِ اعلیٰ اور ایسی ورزشی، تعلیمی یا تفریحی تقاریب کے منتظمین اوقات سے ہماری درخواست ہے کہ وہ پروگرام کی تشکیل کے مرحلے پر اوقاتِ نماز کے احترام کے اصول کو کسی قیمت پر نظرانداز نہ ہونے دیں ــــ بابرکت ہونے کے علاوہ یہ روش خاموش تبلیغ کا ذریعہ بھی بنے گی۔ اُمید ہے ذی اختیار اصحاب ہماری اِس گزارش پر توجہ فرمائیں گے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

> "ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے مُنہ کو تاڑتا ہے اور تمہارے اخلاق، عادات، استقامت، پابندیٔ احکامِ الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں؟ اور اگر عمدہ نہیں تو تمہارے ذریعے سے ٹھوکر کھاتا ہے۔"
>
> (الحکم ۳۱ر جنوری سنہ ۱۹۰۴ء)

۲۔ "سُلطان القلم" کے سپاہیوں کی خدمت میں

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تجدید، اِحیاء اور تکمیلِ اشاعت کے لئے سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضورؑ اسلام کی حقانیت وصداقت اور دوسرے

ادیان پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے صبح و شام قلم کے جہاد میں مصروف رہے۔ اس قلمی دور کے منظفر و منصور پہلوان کو خدا تعالیٰ نے "سلطان القلم" کا خطاب عطا فرمایا۔ ہم لوگ جو حضورؑ کی جماعت سے وابستہ ہیں حضورؑ کی فوج کے سپاہی ہیں۔ اس آسمانی فوج کے سپاہیوں کا اسلحہ ـــ رُوحانیت کا نور ـــ اسلامی اخلاق کی کلید کامیابی ـــ دُعا کی قوت ـــ علم و عرفان کا یقین ـــ اور قلم کی تلوار ہے! اس اسلحہ سے لیس ہونا ہمارا فرض ہے اور وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ جماعت کے صف اول کے ایسے مجاہدین ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ ان کی جگہ لینے کے لئے نوجوان نسل ہی کو آگے آنا ہے اور ذمہ داری کے یہ بوجھ انہیں کے کندھوں پر پڑنے والے ہیں جو آج ناتواں ہیں۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ کندھوں کو مضبوط بنانے کا دور ہے۔ ہمارے نوجوان ذی علم بھائیوں کو وقت کی اس پکار پر کان دھرنے چاہئیں اور لکھنے کی مشق اور کوشش کرنی چاہئیے اس طرح آہستہ آہستہ وہ خداداد استعدادوں اور صلاحیتوں سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے اور سلطان القلم کی فوج کے قابلِ فخر سپاہی بن جائیں گے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے پروگرام میں "مجالسِ حسنِ بیان" "مجالسِ انصار سلطان القلم" کا قیام و استحکام بھی شامل ہے بعض مجالس اس پہلو کو بھی کما حقہ پورا کرنے کی طرف توجہ دے رہی ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ مجالس قائم شدہ مجالس کو اور مستحکم کریں گی اور جہاں مجالسِ حسنِ بیان اور مجالس انصار سلطان القلم قائم نہیں وہاں اُن کے قیام و استحکام کی طرف مؤثر توجہ کی جائیگی، اور نئی نسل میں قومی ضروریات کا درد پیدا کر کے انہیں ان تقاضوں سے آگاہ کیا جائے گا۔

۴۔ خاص سلسلۂ مضامین

"خالد" کی افادی حیثیت میں اضافہ کرنے کے لئے محترم صدر مجلس کے ارشاد کے تحت "خالد" میں "اخلاق" اور "تعارف العلوم" کے موضوعات پر مستقل سلسلۂ مضامین کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ کوشش کی جائے گی کہ ہر شمارہ میں کسی "خلق" اور کسی "علم" کا تعارف مناسب رنگ میں پیش کیا جاتا رہے۔ اس ضمن میں ذی علم اصحاب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس اپیل کے ذریعہ اہلِ قلم اور ماہرینِ علوم کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے اپنے علم (طبیعیات ـــ کیمیا ـــ طب ـــ فلکیات ـــ حیاتیات ـــ عمرانیات ـــ تاریخ ـــ سیاسیات ـــ اقتصادیات ـــ تعلیمات ـــ نفسیات ـــ شماریات ـــ وغیرہ) پر قلم اٹھائیں۔ اسی طرح اخلاق کے موضوع پر علم ـــ دیانت ـــ عفت ـــ شجاعت ـــ عدل ـــ امانت ـــ وغیرہ بے شمار پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ جو اصحاب تعارف العلوم کے ضمن میں کسی علم پر قلم اٹھانا چاہیں وہ ان امور کو مدنظر رکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں:۔

(۱) علم کا تعارف، (۲) علم کا میدان (کن پہلوؤں کا مطالعہ کرتا ہے)، (۳) علم کی افادی اہمیت، (۴) علم کے مبادی اصول، (۵) علم کے ماہرین کا مختصر تعارف، (۶) اگر ایک عام آدمی اس علم کی مزید معلومات حاصل کرنے

کا خواہشمند ہو تو کن سادہ کتب سے مزید معلومات حاصل کر سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

جو اصحاب اِس سلسلہ میں اپنے سرگرم تعاون سے ادارہ کو ممنون کرنا چاہتے ہوں، اطلاع سے سرفراز فرمائیں۔ قائدین مجالس کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ایسے ذی علم اصحاب سے رابطہ قائم کر کے یا اُن کے اسمائے گرامی سے ادارہ کو مطلع فرمائیں ——— !

۴۔ سوال و جواب کا کالم

"خالد" کے بعض قارئین کی طرف سے ادارے کے پاس تجویز آئی ہے کہ ہر شمارہ میں ایک دو صفحات سوالات کے جوابات کے لئے مختص کئے جائیں۔ اگر قارئین تعاون فرمائیں اور سوالات بھجواتے رہیں تو یہ کالم بہت ہی دلچسپ بن سکتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ اِس طرح مجموعی حیثیت سے "خالد" کی افادیت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ قارئین دینی، علمی، ادبی، سائنسی، معاشرتی، غرض ہر قسم کے معقول سوالات بھیج سکتے ہیں۔ ادارہ اُن کے جوابات شائع کرنے کی کوشش کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اگر "خالد" کو بہتر بنانے کے لئے کسی صاحب کے ذہن میں مفید تجاویز ہوں تو وہ "بخل" سے کام نہ لیں۔ ادارہ اُن کی گرانقدر آراء سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

۵۔ اعترافِ حقیقت

"خالد" کا گزشتہ شمارہ استاذی المکرم قاضی رفیق احمد صاحب ثاقب (ایم۔ ایس سی آنرز) کے عہدِ ادارت کا آخری شمارہ تھا۔ محترم قاضی صاحب نے مجلس مرکزیہ کے مہتمم اور تعلیم الاسلام کالج میں فرائضِ تدریس کے ساتھ ساتھ "خالد" کی جس رنگ میں خدمت کی ہے وہ قابلِ داد ہے۔

یہ ایک رسم کا اظہار نہیں بلکہ میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات ہے کہ مشکلات ——— نامساعدتِ حالات ——— اور قحط الرجال کے باوجود "خالد" کے معنوی اور صوری معیار کو بلند کرنے کے لئے جس سرگرمی، جوش اور انہماک سے انہوں نے کام کیا ہے وہ جذباتِ تشکر کے اظہار کے علاوہ قابلِ تقلید بھی ہے۔

ترتیب و تدوین کے فرائض کے علاوہ پروفیسر صاحب موصوف اپنے عہدِ ادارت کے ہر شمارے کے لئے "معارف القرآن" اور "احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے مستقل صفحات نہایت خوش اسلوبی سے مرتب کرتے رہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ آپ نے اِس رسمی مفارقت کے باوجود "خالد" کے لئے اِن صفحات کو بدستور لکھتے رہنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس طرح جریدہ سے اُن کے مخلصانہ تعلق کی یاد باقی رہے گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ محترم قاضی صاحب کو اُن کی خدمات کا بہتر اجر عطا فرمائے۔ آمین +

معارف القرآن الحکیم

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ ج فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ وقف

اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ○

وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰہِ ط ھُمْ

فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○　　(آل عمران : ۱۰۷-۱۰۸)

ترجمہ:۔ جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے کالے ہوں گے۔ اور وہ لوگ جن کے چہرے کالے ہو جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا (یہ سچ نہیں کہ) تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے، اس لئے اس عذاب کو چکھو بوجہ اس کے کہ تم کفر کرتے تھے۔ اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ وہ اس میں رہتے چلے جائیں گے۔

تشریح:۔ قرآن کریم کی رُو سے چہرہ کا سفید (نورانی) ہونا خوشی کی اور سیاہ ہونا غم کی علامت ہے۔ اس لئے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ کا مطلب یہ ہوا کہ جب بعض کی اُن کے اعمال کی وجہ سے تعریف کی جائے گی اور بعض پر نفرین۔ یا اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جب بعض لوگ خوش ہوں گے اور بعض غمگین۔ پھر و اما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة اللہ فرما کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ سفید چہرے والے وہی ہوں گے جن کے کام خدا تعالیٰ کی رضاء کے اور اس کے نتیجہ میں اس) کی رحمت کے جاذب ہوں گے۔

ان آیات میں ظاہری سفید و سیاہ رنگ کا کوئی ذکر نہیں۔ کیونکہ اسلام میں گورے اور کالے کی کوئی تمیز نہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ ۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نیکی یا بدی کے محرّک کا معاملہ

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اُسے ہدایت کے پابندوں کا سا اجر ملتا ہے اور اُن کے اجر سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ ایسا ہی جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اسے گمراہی میں پڑنے والوں جتنا گناہ ہوتا ہے اور ان کے گناہوں سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ (مسلم)

حقِّ ہمسائگی۔ بقدرِ فاصلہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے دو ہمسائے ہیں ہدیہ کس کو (پہلے) بھیجا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے زیادہ نزدیک ہے۔ (بخاری)

فضیلتِ باہمی

حضرت ابومسعودؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی امامت وہ شخص کیا کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن پڑھنے میں برابر ہوں تو سُنّت کا علم زیادہ رکھنے والا امام ہو۔ اگر اس میں برابر ہوں تو ہجرت پہلے کرنے والا۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو۔ (ایک روایت میں ہے کہ پھر جو پہلے مسلمان ہوا ہو) اگر کوئی شخص کسی دوسرے مقام پر جائے تو وہاں کے امام کی اجازت کے بغیر امامت نہ کروائے۔ (مسلم)

تحیّت کا بہترین طریق

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آیا۔ آپ سورہ الھکم التکاثر پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آدمی کہتا ہے یہ میرا مال ہے حالانکہ تجھ کو اپنے مال سے کیا ملا سوا اس کے جو تُو نے کھایا اور مٹایا۔ جو تُو نے پہنا وہ بوسیدہ ہوا۔ اور جو تُو نے اللہ کی راہ میں خیرات کیا سو بچا لیا۔ (مسلم)

بہترین متاع

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی بہترین متاع نیک و صالحہ بیوی ہے۔ (مسلم)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں ہمیشہ اسی فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی ایسی راہ نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لاانتہا فضل اور انعام ہیں۔ ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہے۔ اسلئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ کر دوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔

پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔ چنانچہ جب میں نے اس کو شروع کیا اور یہ مصرعہ لکھا ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا ؎ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے۔ قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علتِ غائی ہے۔ اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر کے سعدی کہتا ہے ؎

کلید درِ دوزخ است آں نماز
کہ در چشم مردم گزاری دراز"

(جلد چہارم صفحہ ۴۷-۴۸-۴۹)

انسانی حالتوں کے تین سرچشمے اور قرآنی تعلیم کا اصل منشاء

(سلطان القلم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں یعنی نفس امّارہ، نفس لوّامہ، نفس مطمئنّہ۔ اور طریق اصلاح کے بھی تین ہیں۔ **اوّل** یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنیٰ خُلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں انسانیت کے طریقے پر چلیں۔ نہ ننگے پھریں نہ کتوں کی طرح مُردار خوار ہوں اور نہ کوئی اَور بدتمیزی ظاہر کریں۔ یہ طبعی حالتوں کی اصلاح میں ادنیٰ درجہ کی اصلاح ہے۔ یہ اس قسم کی اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہو تو پہلے ادنیٰ ادنیٰ اخلاق انسانیت اور طریق ادب کی اُن کو تعلیم دی جائے۔

دوسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کر لیوے تو اُس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھلائے جائیں۔ اور انسانی قویٰ میں جو کچھ بھرا پڑا ہے اُن سب کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے۔

تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں ایسے خشک زاہدوں کو شربتِ محبت اور وصل کا مزا چکھایا جائے۔ یہ تین اصلاحیں ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں۔

اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (پ۲۱ ع۵) یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو اہلِ کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جن کو الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے۔ پس قرآن شریف کا کام دراصل مُردوں کو زندہ کرنا تھا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (پ۲۷ ع۲) یعنی یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ نئے سرے زمین کو بعد اس کے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے۔ اُس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی اُن کی نظر میں فخر کی جگہ تھے۔ ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا۔ حرام کھانا ان کے نزدیک ایک شکار تھا۔ ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (۱۵ع۴) یعنی آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہو گئیں ایسا ہی

مردار کھاتے تھے۔ آدم خور بھی تھے۔ دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاد کے منکر تھے۔ بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قائل نہ تھے۔ لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے۔ یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے۔ بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں۔ نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ جس کا زناکاری میں اوّل نمبر ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔ بے علمی اس قدر تھی کہ ارد گرد کی تمام قوموں نے اُن کا نام اُمّی رکھ دیا تھا۔ ایسے وقتوں اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لئے ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے۔ پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جن کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اُن کا درحقیقت یہی زمانہ تھا۔ پس اس وجہ سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقع نہیں ملا اور قرآن شریف کو ملا۔ اور قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے بااخلاق انسان بناوے اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔ اسی واسطے ان تین امور پر قرآن شریف مشتمل ہے۔

اور قبل اس کے جو ہم اصلاحاتِ ثلاثہ کا مفصل بیان کریں یہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو زبردستی ماننی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحاتِ ثلاثہ ہیں اور اس کی تمام تعلیموں کا لُبِّ لباب یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لئے بطور وسائل کے ہیں۔ اور جس طرح بعض وقت ڈاکٹر کو بھی صحت کے پیدا کرنے کے لئے کبھی چیرنے کبھی مرہم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بھی انسانی ہمدردی کے لئے ان لوازم کو اپنے اپنے محل پر استعمال کیا ہے۔ اور اس کے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں اور وصایا اور وسائل کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اخلاقی حالتوں تک پہنچائے اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپیداکنار دریا تک پہنچائے۔

اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ الگ چیز نہیں بلکہ وہی حالات ہیں جو تعدیل اور موقعہ اور محل پر استعمال کرنے سے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہیں اور قبل اس کے کہ وہ عقل اور معرفت کی اصلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو وہ کیسے ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے جیسا کہ اگر ایک کُتے یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت یا انکسار ظاہر ہو تو اُس کُتے کو خلیق نہیں کہیں گے اور نہ اُس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھینگے اسی طرح ہم ایک بھیڑیے یا شیر کو ان کی درندگی کی وجہ سے بدخلق نہیں کہیں گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اخلاقی حالت محل اور سوچ اور وقت شناسی کے بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جو عقل اور تدبر سے کام نہیں لیتا وہ ان شیر خوار بچوں کی طرح ہے جن کے دل اور دماغ پر ہنوز قوتِ عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا یا ان دیوانوں کی طرح جو جوہر

عقل اور دانش کو کھو بیٹھے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیر خوار اور دیوانہ ہو وہ ایسی حرکات بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں مگر کوئی عقلمند ان کا نام اخلاق نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ وہ حرکتیں تمیز اور موقع بینی کے چشمے سے نہیں نکلتیں بلکہ وہ طبعی طور پر تحریکوں کے پیش آنے کے وقت صادر ہوتی جاتی ہیں۔ جیسا کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف رُخ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چُگنے کے لئے دَوڑتا ہے۔ جوک کا بچہ جوک کی عادتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتیں اپنے اندر ظاہر کرتا ہے اور شیر کا بچہ شیر کی عادتیں دکھلاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتیں دکھلانا شروع کر دیتا ہے۔ اور پھر جب برس ڈیڑھ برس کا ہوا تو وہ عاداتِ طبعیہ بہت نمایاں ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پہلے جس طور پر روتا تھا اب رونا نسبت پہلے کے کسی قدر بلند ہو جاتا ہے ایسا ہی ہنسنا قہقہہ کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور آنکھوں میں بھی عمداً دیکھنے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اس عمر میں یہ ایک اور امر طبعی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی رضامندی یا نارضامندی حرکات سے ظاہر کرتا ہے اور کسی کو مارنا اور کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے۔ مگر یہ تمام حرکات دراصل طبعی ہوتی ہیں۔ پس ایسے بچہ کی مانند ایک وحشی آدمی بھی ہے جس کو انسانی تمیز سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ وہ بھی اپنے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھلاتا ہے اور اپنی طبیعت کے جذبات کا تابع رہتا ہے۔ کوئی بات اس کے اندرونی قویٰ کے تدبر اور تفکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر اس کے اندر پیدا ہوا ہے وہ خارجی تحریکوں کے مناسبِ حال نکلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کے طبعی جذبات جو اس کے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب کے سب بُرے نہ ہوں بلکہ بعض اُن کے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں لیکن عاقلانہ تدبر اور موشگافی کو اُن میں دخل نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی قدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبۂ جذباتِ طبعی کے قابلِ اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جس طرف کثرت ہے اسی طرف کو معتبر سمجھا جائیگا

غرض ایسے شخص کی طرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جس پر جذباتِ طبعیہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہوں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیوں کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بد اخلاق کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقلِ خداداد پختہ ہو کر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو بدیوں یا دو نیکیوں کے درجہ میں فرق کر سکے۔ پھر اچھے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے اور بُرے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں نادم اور پشیمان دیکھے۔ اور یہ انسان کی زندگی کا دوسرا زمانہ ہے جس کو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں "نفسِ لوّامہ" کے نام سے تعبیر کیا ہے مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو نفسِ لوّامہ کی حالت تک پہنچانے کے لئے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتیں بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور لغو خیال نہ کرے تا معرفتِ الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کے لئے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر ایک عمل اور خُلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس کی زندگی میں

اور روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ اور دوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکھائے گا۔ غرض نفس لوامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کانشنس سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ بُرے کام پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اور نیک کام کا خواہش مند اور حریص رہتا ہے یہ وہی درجہ ہے کہ جس میں انسان اخلاقِ فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

اس جگہ بہتر ہوگا کہ میں "خُلق" کے لفظ کی بھی کسی قدر تعریف کر دوں۔ سو جاننا چاہیئے کہ خَلق "خا" کی فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق "خا" کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے۔ اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے، نہ صرف طبعی جذبات۔ اس لئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خُلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خُلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے۔ وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خُلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں۔ پس جب انسان محل اور موقع کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خُلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو رحم بولتے ہیں۔ اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو انتقام کہتے ہیں۔ اور کبھی انسان حملہ کے مقابلہ پر حملہ کرنا نہیں چاہتا اور ظالم کے ظلم سے درگزر کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں۔ اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے۔ اور ان کی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت اس کا نام خُلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جلشانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(پ ۲۹ ع ۲)

یعنی تو ایک بزرگ خُلق پر قائم ہے۔ سو اس تشریح کے مطابق اس کے معنے ہیں یعنی یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت ــــ شجاعت ــــ عدل ــــ رحم ــــ احسان ــــ صدق ــــ حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں

قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب — حیا — دیانت — مروت — غیرت — استقامت — عفت — زہادت — اعتدال — مواسات یعنی ہمدردی ۔ ایسا ہی شجاعت — عفو — صبر — احسان — صدق — وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اُس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے ۔ چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے، یہ امر کسی اور جاندار کے نصیب نہیں ۔"

(لیکچر " اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۳۰ تا ۳۴

رقم فرمودہ ۱۸۹۶ء)

مصطفٰے پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت

اس سے یہ نُور لیا بارِ خدایا ہم نے !

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

(درثمین)

ضروری اعلان برائے قائدین مجالس

شوریٰ مجلس خدام الاحمدیہ ۱۹۶۲ء کے فیصلہ کے مطابق تمام مجالس خدام الاحمدیہ کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ جو رقم خدمتِ خلق کے کاموں کے لئے اکٹھی کریں اس کا کم از کم دس فیصد مرکز میں بھجوایا کریں ۔ اس فیصلہ پر بہت کم مجالس عمل کر رہی ہیں اور جو مجالس اس پر عمل کرتی بھی ہیں اس سے مجلس مرکزیہ فائدہ نہیں اٹھا سکتی ۔ کیونکہ اس قسم کی رقوم بغیر وضاحت کے محض صدقہ کے نام سے امانت میں بھجوا دی جاتی ہیں اور امانت والے بجائے مجلس خدام الاحمدیہ کے نام ڈالنے کے دوسری مدوں میں داخل کر دیتے ہیں ۔ اسلئے اس اعلان کے ذریعہ جملہ قائدین کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ اول وہ شوریٰ کے اس فیصلہ کے مطابق مرکز کو کچھ نہ کچھ رقوم برائے امداد غربا ضرور بھجوایا کریں ۔ دوم جو رقوم اسی غرض سے بھجوائیں وہ یا تو سیدھی صدر مجلس کے نام بھجوائیں یا اگر امانت کے نام بھجوائیں تو وضاحت سے لکھا کریں کہ صدقہ کی یہ رقم مجلس خدام الاحمدیہ کے حساب میں شمار ہو ۔ امید ہے جملہ قائدین ان ہدایات پر عمل فرمائیں گے ۔ جزاکم اللہ

والسلام

مرزا رفیع احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

سچے علوم کا مخزن قرآن شریف ہے

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:-

"مشکلات ضرور ہوتے ہیں، تمہیں بھی آئیں گی۔ مگر اس بات کی کچھ پروا نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ ہم نے جس کو امام 'مامور من اللہ' مانا ہے اور خدا کے فضل سے علیٰ وجہ البصیرت مانا ہے اس کو خدا کے لئے مانا ہے۔ پس ہم کو اپنی شکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھو کہ مزکّی کے پاس رہنے کے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی۔ علوم میں سے ہمیں ضرورت ہے اس بات کی کہ اسماء اللہ معلوم ہوں —— خدا تعالیٰ کے افعال کا علم ہو —— ایمان کے معنے معلوم ہوں —— کفر اور نفاق کی حقیقت معلوم ہو۔ ایک میرے بڑے پڑھے لکھے دوست نے کئی بار مجھ سے پوچھا ہے کہ عبادت کیا چیز ہے؟

پس جب اتنے بڑے علم کے بعد بھی ان کو مشکل پیش آئی تو وائے ان لوگوں پر جو مطلق بے خبر اور ناواقف ہیں۔

پہلا الہام جو ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا وہ بھی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہی تھا اور پھر رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کی دعا تعلیم ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علم کی کس قدر ضرورت ہے۔ سچے علوم کا مخزن قرآن شریف ہے تو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے اور عمل کے واسطے پڑھنے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اور یہ حاصل ہوتا ہے تقویٰ اللہ سے مامور من اللہ کی پاک صحبت میں رہ کر۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی سلامتی، صدق نیت، شفقت علیٰ خلق اللہ، غایت البعد عن الاغنیاء، آسانی، جودت طبع، سادگی، دور بینی کی صفات سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔"

(خطبات نور صفحہ ۳۲-۳۳)

کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

میں اپنے پیاروں کی نسبت ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں تو مُنہ میں کف بھر لاتے ہوں

وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر اُمید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو مقصود بنائے بیٹھے ہوں

شمشیرِ زباں سے گھر بیٹھے دشمن کو مارے جاتے ہوں
میدانِ عمل کا نام بھی لو تو چھپتے ہوں گھبراتے ہوں

گیدڑ کی طرح وہ تاک میں ہیں شیروں کے شکار پہ جانے کی
اور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں وہ اُن کا جُوٹھا کھانے کی

اے میری اُلفت کے طالب یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو وہ ان باتوں میں کیسا ہے

گر تیری ہمت چھوٹی ہے گر تیرے ارادے مُردہ ہیں
گر تیری امنگیں کوتہ ہیں گر تیرے خیال افسُردہ ہیں

کیا تیرے ساتھ لگا کر دل میں خود بھی کمینہ ہو جاؤں
ہوں جنّت کا مینار مگر دوزخ کا زینہ ہو جاؤں

میں واحد کا ہوں دلدادہ اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے تو میری آنکھ کا تارا ہے

تُو ایک ہو ساری دُنیا میں کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تُو سب دُنیا کو دے لیکن خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

(کلامِ محمود)

کحل جواہر

مرکز میں منعقد ہونے والی دو تربیتی کلاسز کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے

"دو اہم پیغامات"

۱۶ را پریل سے یکم مئی تک شعبۂ تعلیم کے زیر اہتمام ربوہ میں مرکزی تربیتی کلاس منعقد ہو گی - ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۳ء میں تربیتی کلاس کے موقع پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خصوصی پیغامات میں جن امور کی طرف نوجوانوں کو متوجہ فرمایا تھا وہ آج بھی اسی طرح ہماری توجہ کے طالب ہیں - ادارہ ہر دو پیغامات کو اس لئے اس موقع پر پیش کر رہا ہے کہ اس تربیتی کلاس میں شامل ہونے والے نوجوان ان اہم نصائح پر عمل پیرا ہونے کی خاص جدو جہد کریں - ماضی قریب سے تعلق رکھنے والے یہ ارشادات "گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را" ـــــ کی نیت سے نہیں پیش کئے جا رہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ رُوح اور جذبہ قصۂ پارینہ نہ بننے پائے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ـــــ (۱) ـــــ

"اپنے اندر وہ آگ پیدا کریں جو خدائی نصرت کو کھینچتی ہے"

(مرکزی تربیتی کلاس ۱۹۶۲ء کے لئے پیغام)

"پیغام تو بہت ہو چکے ہیں اب تو عمل کا سوال ہے - اس لئے میرا پیغام یہ ہے کہ خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ نیکی اور تقوی اور عملی قوت کو ترقی دیں - دنیا کا وسیع میدان حق و صداقت کی پیاس میں تڑپ رہا ہے بلکہ خود احمدیت کے نوجوان تربیت کے پیاسے ہیں - ان کے اندر سچائی اور روحانیت کی رُوح پیدا کریں کہ گویا اسلام

اور احمدیت کا سارا بوجھ ان کے کندھوں پر ہے۔ منزل بہت دور کی ہے اور ہم بالکل شکستہ پر ہیں۔ خدا کی نصرت کے سوا کوئی امید کی جھلک نہیں سوائے اس کے کہ ہمارے نوجوان اپنے اندر وہ آگ پیدا کریں جو خدائی نصرت کو کھینچتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد
ربوہ ۱-۵-۶۲

(۲)

دین کی اصل غرض نیکی اور قوّتِ عمل پیدا کرنا ہے

(مرکزی تربیتی کلاس ۱۹۶۳ء کیلئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام)

حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پیغام دسویں تربیتی کلاس میں شرکت کرنے والے خدام کے نام ارسال فرمایا تھا۔ (ادارہ)

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدام الاحمدیہ کے شعبۂ تعلیم کی طرف سے سالانہ تربیتی کلاس عنقریب شروع ہو رہی ہے۔ سو میرا احمدی نوجوانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور پھر اس علم کو دلیری مگر حکمت اور موعظۂ حسنہ کے رنگ میں اپنے عزیزوں، دوستوں اور ہمسایوں تک پہنچائیں۔ دین کوئی فلسفہ نہیں۔ بلکہ دین کی اصل غرض مومنوں میں نیکی اور قوتِ عمل پیدا کرنا ہے۔

پس خدام کو چاہیئے کہ اپنے اندر قوتِ عمل پیدا کریں اور ایمان کے معاملہ میں ایسی جرأت دکھائیں کہ کوئی چیز ان کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ حکم دیا ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی منکر بات دیکھو جو دین یا اخلاق یا محبتِ الٰہی یا اکرامِ رسولؐ یا آدابِ بزرگان کے خلاف ہو تو بڑی جرأت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ بے شک آپ لوگوں کو لڑنے بھڑنے سے روکا گیا ہے مگر لڑنا بھڑنا اور چیز ہے لیکن جرأت کے ساتھ بدی کا مقابلہ کرنا اور نیکی کو پھیلانا بالکل اور چیز ہے۔ اور یہ بات صرف پختہ ایمان کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار
مرزا بشیر احمد
۱۷-۴-۶۳

مختلف علوم

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے!!

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۲۳ء میں لجنہ اماء اللہ قادیان کو ایک جلسہ میں توجہ دلائی تھی کہ علم کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مختلف علوم سے متعلق ایسے لوگوں کے لیکچر ہوتے رہیں جو اُن کے ماہر ہوں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کے زیر اہتمام تین جلسوں میں ۵ رفروری، ۱۱ رفروری اور ۵ رمارچ ۱۹۲۳ء کو تقاریر فرما کر مثال کے طور پر ۹۵ علوم کا ذکر فرمایا تھا۔ "خالد" میں تعارف العلوم کے سلسلہ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ذی علم اصحاب کو دعوتِ فکر دیتے ہوئے ان علوم کی فہرست پیش کی جا رہی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی انہی پُر مغز تقاریر سے یہ فہرست اخذ کی گئی ہے ——— (ا۔ ع)

علوم کی دو قسمیں ہیں۔ مذہبی علوم، دنیاوی علوم۔

مذہبی علوم

مختلف مذاہب کا تعارف:۔

(۱) مذہب اسلام (۲) مذہب مسیحی (۳) یہودی مذہب (۴) ہندو مذہب (۵) بدھ مذہب (۶) جینی مذہب (۷) زرتشتی مذہب (۸) سکھ مذہب (۹) جاپانی مذہب (۱۰) مذہب فلسفہ (۱۱) برہمو مذہب (۱۲) تھیاسوفی مذہب (۱۳) یونیٹیرین مذہب (۱۴) دیو سماج مذہب (۱۵) سپر چوئلزم مذہب وغیرہ وغیرہ۔

مذہب اسلام سے تعلق رکھنے والے علوم

(۱) علم العقائد:۔

(۱) مسئلہ ہستی باری تعالیٰ کا علم۔

(۲) مسئلہ ملائکہ کا علم۔

(۳) مسئلہ وحی و الہام کا علم۔

(۴) مسئلہ نبوت و رسالت کا علم۔

(۵) مسئلہ دعا کا علم۔

(۶) مسئلہ تقدیر کا علم

(۷) مسئلہ بعث بعد الموت کا علم۔

(۸) مسئلہ نجات کا علم۔

(۲) علمِ قرآن مجید:۔

(۱) متنِ قرآن مجید کا علم۔

(۲) علم تفسیر۔

(۳) علم اصولِ تفسیر۔

(۴) علم قرءات۔

(۵) علم تجوید۔

(۶) علم جمع القرآن۔

(۷) علم تاریخ نزول و ترتیب قرآن مجید۔

(۸) علم حلّ لغتِ قرآن بالقرآن۔

(۳) علمِ حدیث:۔

(۱) علم حدیث۔

(۲) علم اصولِ حدیث۔

(۳) علم اسماء الرجال۔

(۴) علم تاریخ حدیث۔

(۵) علم شرح حدیث۔

(۶) علم موضوعاتِ حدیث

(۴) علمِ فقہ:۔

(۱) علم فقہ۔

(۲) علم اصولِ فقہ۔

(۳) علم فتاویٰ

(۵) علمِ اسرارِ شریعت:۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور احکام شریعت کی حکمت۔

(۶) علمِ اصولِ شریعت:۔

شریعت کی بنیاد، اور شریعت کے اصولوں کے

بیان کرنے میں کس حد تک رسولؐ اور دوسرے لوگوں کو دخل ہے۔

(۷) علمِ اختلاف المذاہب:۔

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اختلافات اور ان کی نوعیت۔

(۸) علم القضاء:۔

کس رنگ میں امور متنازعہ فیہ کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ محکمہ قضاء اور تاریخ قضاء۔

(۹) علم الفرائض والمیراث:۔

میراث کے قانون اگرچہ فقہ میں شامل ہیں مگر یہ مستقل علم بھی ہے۔

(۱۰) علم الادعیہ والاذکار:۔

کس کس وقت اور کون کون سی دعائیں کرنی چاہییں؟

(۱۱) علم السیر:۔

بڑے بڑے صحابہ اور بزرگانِ اُمت کے حالات۔

(۱۲) علمِ پیشگوئی:۔

پیشگوئی کی حقیقت کے متعلق۔

(۱۳) علمِ اخلاق:۔ اعلیٰ اخلاق کے حصول کے ذرائع۔ اخلاقی امراض کے اسباب وغیرہ۔

(۱۴) علم الکلام:۔ غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت کس طرح ثابت کی جاتی ہے؟ اصولِ اسلام کا مدلّل ثبوت۔

(۱۵) علمِ بحث:۔ مذاہب باطلہ کے عقائد اور اصول کیونکر غلط ہیں؟ معیارِ صداقت۔

(۱۶) علمِ سیاستِ اسلامیہ:۔ حکومت، رعایا،

حکومت کرنے کا طریق، حقوق اور فرائض۔

دنیاوی علوم

(۱۷) علم اللسان :۔ زبان کی ماہیت، زبان کا آغاز، مختلف زبانیں، تقریری زبان، تحریری زبان، اشاراتی زبان۔ وغیرہ

(۱۸) علم بلاغت :۔ اظہارِ خیالات، باتوں کی اقسام، کلام خوبصورت کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

(۱۹) علم لغت :۔ لفظوں کے معانی سے تعلق رکھنے والا علم۔

(۲۰) علم انشاء و خط و کتابت :۔ کس طرح عمدگی سے اپنے خیالات کو تحریراً ظاہر کیا جاسکتا ہے؟ خطوط کی اقسام، حفظِ مراتب کے آداب وغیرہ پر بحث۔

(۲۱) علم صحافت :۔ اخبار نویسی (جرنلزم)، اخبارات کا لیڈر کیسے لکھا جائے؟ خبروں کا انتخاب اور ترتیب، عناوین، اخبارات کی اقسام، اخبارات کا اثر۔

(۲۲) علم الہجو واللطائف :۔ کمالِ ہجو اور لطائف سے تعلق رکھنے والا مستقل علم۔

(۲۳) علم قصہ نویسی :۔ مختصر کہانی (SHORT STORY) اور طویل کہانی (NOVEL) کے اصول اور اقسام سے تعلق رکھنے والا علم۔

(۲۴) علم تقریر :۔ علم خطابت، لیکچر دینے کا فن اور اس کے اصول سے تعلق رکھنے والا علم۔

(۲۵) علم مضمون نویسی :۔ (ESSAY-WRITING) مضمون کی اقسام، اصول اور خصوصیات سے بحث۔

(۲۶) علم صرف و نحو :۔ الفاظ کے ہیر پھیر اور الفاظ کے اشتراک و ترتیب سے پیدا ہونیوالے معانی کا علم۔

(۲۷) علم التعلیم :۔ تدریس و تعلّم کے مسائل، نفسیاتِ تعلیم، مقاصدِ تعلیم، اصولِ تعلیم، اوقات، نصاب سازی، جماعت بندی، امتحان، تعلیم المعلمین، وغیرہ پر بحث۔

(۲۸) علم الشعر :۔ شعر کا مقصد، شعر کی خوبیاں، شعر کی اقسام۔ غزل، رباعی، قصیدہ، ہجو، مرثیہ، مثلث، مخمس، وغیرہ۔

(۲۹) علم الاوزان الشعر :۔ شعر کے اوزان اور بحور سے تعلق رکھنے والا علم۔

(۳۰) علم التشہیر :۔ اشتہار دینے کا علم، اشتہار کی تاثیر اور اس پر اثر انداز ہونیوالے عوامل کا علم۔

(۳۱) علم موسیقی :۔ آواز کے زیر و بم سے تعلق رکھنے والا علم۔

(۳۲) علم ڈراما نویسی :۔ ڈراما نویسی کے اصول، ڈراما کی اقسام وغیرہ پر بحث۔

(۳۳) علم الاغذیہ :۔ غذاؤں اور مشروبات کی غذائی قیمت اور اثرات سے تعلق رکھنے والا علم۔

(۳۴) سینے پرونے سے تعلق رکھنے والا علم:- سینا پرونا، کپڑوں کے رنگوں وغیرہ سے تعلق رکھنے والا علم (علم الالوان)۔

(۳۵) کپڑے کے کاٹنے سے تعلق رکھنے والا علم

(۳۶) کھانا پکانے کا علم:- ذائقہ، غذائیت پیدا کرنے میں ممد عوامل کا علم۔

(۳۷) تربیت اولاد کا علم:- بچوں کی جسمانی اور اخلاقی صحت (نشوونما) اور تربیت کے اصول کا علم۔

(۳۸) علم طب: تحقیقات امراض، اقسام طب، علاج کی مختلف اقسام، علاج بالماء (ہائیڈروپیتھی) علاج بالشعاع، علاج بالبرق، ہومیوپیتھی، آٹوپیتھی، علاج بالتوجہ (مسمریزم)

(۳۹) علم حساب:- الجبرا، حساب، جیومیٹری، علم مثلث (ٹرگنومیٹری) وغیرہ

(۴۰) علم تاریخ:- سیاسی تاریخ، مذہبی تاریخ، قومی تاریخ، جنگی تاریخ، علمی تاریخ، فلسفۂ تاریخ اور ذرائع تاریخ پر بحث۔

(۴۱) علم جغرافیہ:- جغرافیہ کی اقسام، مدنی جغرافیہ، سیاسی جغرافیہ، تجارتی جغرافیہ، طبعی جغرافیہ، نقشہ کا علم وغیرہ۔

(۴۲) علم تعمیر:- عمارت کس طرح بنائی جاتی ہے، انجنیئرنگ، تاریخ تعمیر، مختلف اقوام کے طریقہ ہائے تعمیر کا تقابلی مطالعہ۔

(۴۳) علم سنگ تراشی و مجسمہ سازی: سنگ تراشی اور تاریخ سنگ تراشی، مختلف قوموں اور فرقوں کے فن سنگ تراشی کا تقابلی مطالعہ۔

(۴۴) علم مصوری:- نقش مصوری، فلسفۂ تصویر، ضروریات مصور، تصویر کا حسن اور معیار۔

(۴۵) علم العکس:- فوٹوگرافی۔ اصول فوٹوگرافی کی تاریخ، فوٹو لینے کا طریقہ اور جملہ مراحل کی تفصیلات، کیمیائی اجزاء اور ان کے اثرات

(۴۶) علم صنعت: مختلف صنعتوں کا علم، تاریخ صنعت۔

(۴۷) علم لہو ولعب:- (AMUSPMENT) اندرون خانہ مشاغل، بیرون خانہ مشاغل کھیلیں اور ان کا اثر، علم الرقص، علم الصوت، علم تبدیلئ آواز (جانوروں کی بولیاں بولنے اور سمجھنے سے تعلق رکھنے والا علم) شعبدہ بازی، ہاتھ کی صفائی کا علم، پہیلیوں اور چیستانوں کا علم وغیرہ۔

(۴۸) علم القدامت:- ابتدائی انسانوں کی حالت، علم اللسان، علم الدراہم (پرانے سکوں کے کھوج لگانے کا علم)، آثار قدیمہ کا جائزہ۔

(۴۹) علم التمدن:- رعایا کے حقوق، رعایا پر حقوق، حقوق الاخوان علی الاخوان، حقوق الوالدین علی الاولاد، حقوق الرجال علی النساء، آئندہ نسل کی بہتری کے ذرائع، مالک اور مزدور کے تعلقات، سرمایہ داری اور مختلف

نظام وغیرہ۔

(۵۰) **علم سیاست** :۔ حکومت، حدودِ حکومت، طریقِ حکومت، اقسامِ حکومت، بین الاقوامی تعلقات، حکومت کے مختلف شعبہ جات، آئین اور دساتیر کا تقابلی مطالعہ، بین الاقوامی قانون وغیرہ۔

(۵۱) **علم حساب** :۔ کس طرح حساب رکھا جائے؟

(۵۲) **علم محاسبہ** :۔ حسابات کی پڑتال۔

(۵۳) **علم نقشہ نویسی**۔

(۵۴) **انجنیئرنگ**۔

(۵۵) **علم رسوم و عادات**۔ فلسفۂ رسوم، تاریخ رسوم، وغیرہ۔

(۵۶) **علم اللباس** :۔ لباس کی تاریخ، مختلف قوموں اور ملکوں کے لباس، لباس کی ضروریات، لباس کے اصول، طبی اغراض اور موسموں کے لحاظ سے لباس کی تقسیم۔

(۵۷) **علم المجرمین** :۔ اسبابِ جرائم، اصلاحِ مجرمین، سزا اور اس کا مقصد، طریق سزا کا تقابلی مطالعہ۔

(۵۸) **علم اقتصاد** :۔ دولت کی پیدائش اور خرچ، قرض، تجارت، اقسام تجارت، مزدور اور ان کی انجمنیں، مزدوروں کے حقوق، سٹرائک، تعطیل کارخانہ، ـــــ مالک زمین اور مزارع، ٹیکس، بیمہ، وغیرہ پر بحث۔

(۵۹) **علم منطق** :۔ دو باتوں کو ملا کر صحیح نتیجہ نکالنے کا علم۔

(۶۰) **علم فلسفہ** :۔ حقیقۃ الاشیاء، مادہ، زمان و مکان پر بحث۔

(۶۱) **علم النفس** :۔ (سائیکالوجی) شعور، لاشعور، نیم شعور، اور ان کے مظاہر، انسانی عقل اور جانوروں کی عقل میں فرق، وغیرہ۔

(۶۲) **علم الاخلاق** :۔ اخلاق کیا ہیں؟ اچھے اخلاق کون سے اور برے کون سے؟ مختلف اخلاقی نظریات۔

(۶۳) **علم خواص قانونِ قدرت** :۔ فضائی، موسمی اور دیگر تغیرات کے محرکات پر بحث۔

(۶۴) **علم الروایات**۔

(۶۵) **علم اللسان** :۔ تغیراتِ زبان کا مطالعہ، مختلف زبانوں کا تقابلی مطالعہ، تحقیق اللسان۔

(۶۶) **علم الہیئت** :۔ ستارے، گردش فلکی، حقیقتِ سیارگان، زمین پر اور خود ان کی ذات پر ان گردشوں کے اثرات، اجسامِ فلکی کی پیدائش اور ظہور، علم النور کے عناوین۔

(۶۷) **طبعیات** :۔ (فزکس) مادہ، حرارت، روشنی، برق، مقناطیسیت وغیرہ پر بحث۔ ذرات، ٹھوس، مائع اور گیس کے خواص میں فرق، مشینوں کا علم۔

(۶۸) **کیمیا** :۔ (کیمسٹری) مختلف مرکبات و عناصر مل کر کیا بناتے ہیں۔ نامیاتی اور غیر نامیاتی مرکبات، سائنسی شعبدہ بازی، بعض طبی

کیفیات مثلاً انجمادِ خون وغیرہ کی توضیح، کیمیائی صنعتیں۔

(۶۹) علم طبقات الارض :۔ (جیالوجی) علم زلزلہ، حرکاتِ زمین، زمین کے مختلف طبقات کا علم، معدنیات اور اُن کی ماہیت، پتھروں کی اقسام، وغیرہ۔

(۷۰) "پیرا لمی ٹمالوجی" :۔ پیدائشِ ابتدائی کا علم، مختلف مظاہرِ زندگی کی ترقی کے مدارج ـــ مختلف النوع نباتات کا ایک ذرہ سے ارتقا، جانوروں کا ارتقا، اقسام اور مدارجِ ارتقا پر بحث۔

(۷۱) "بیالوجی" :۔ حیاتِ جسمانی کا علم، حیات کے مدارج، توارث (HERIDITY) کے مظاہر۔

(۷۲) علم الاقوام :۔ مختلف اقوام کا آپس میں تعلق، تمام اقوام کیوں ایک آدم کی اولاد ہیں؟ مختلف علاقوں کے لوگوں کے قومی اور رنگ و صورت میں فرق۔ ہڈی دیکھ کے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فلاں قوم و خطے کے رہنے والے فرد کی ہڈی ہے۔

(۷۳) علم النباتات :۔ نباتات کے اعمال، نباتات کی زندگی، نباتات کی حس، نباتات میں غصہ، حیا، شرم، بھوک، پیاس کے احساس کی موجودگی۔ اقسام نباتات، امراض نباتات۔

(۷۴) علم الحیوانات :۔ حیوانات کے اعمال، باریک ذرات کا عمل دخل، جانوروں کی اقسام، تقسیم بلاد کے لحاظ سے بحث۔

(۷۵) علم کان کنی :۔ کانوں کی دریافت، زمین کے مستور خزائن کا کھوج لگانا۔ کانوں میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت، حفاظتی اقدامات۔

(۷۶) علم العناصر :۔ دھاتوں اور عناصر پر بحث۔

(۷۷) علم التشریح :۔ (اناٹمی) انسان اور جانوروں کے جسم کی ساخت اور بناوٹ۔

(۷۸) علم الادویہ :۔ دواؤں کی تاثیرات

(۷۹) علم الجراحت :۔ ہڈیوں کو جوڑنا، چیرا دینا، دوسرے جانوروں کی ہڈیاں اور اعضاء انسانوں میں لگا دینا۔

(۸۰) نرسری :۔ بیمار کی تیمارداری کے اصول۔

(۸۱) عورتوں کی مخصوص بیماریوں کا علم۔

(۸۲) بچوں کی مخصوص بیماریوں کا علم۔

(۸۳) علم الامراض :۔ امراض، امراض کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ اسباب، علامات، علاج۔

(۸۴) علم زراعت :۔ زمین کی اقسام، تیاری، حفاظت، پرورش، مختلف ممالک میں کیا کیا اجناس اور اشیا پیدا ہوتی ہیں؟ پیوندکاری وغیرہ۔

(۸۵) "مسمریزم" :۔ علاج الامراض، دور کی بات معلوم کر لینا، بند الماری میں موجود چیزوں کو دیکھ لینا، خبررسانی، دور بیٹھے ہوئے آدمی پر اپنی خواہش کا اثر ڈال دینا، دماغ کو قوت متاثرہ، "روح" کو دور بھیج دینا، اصلاح الاخلاق

میں مدد۔

(۸۶) روح کو بلانے کا علم۔

(۸۷) علم القیافہ:۔ شکل دیکھ کر آدمی کی عادات وخصائل اور اخلاق کا اندازہ لگا لینا، دھوکا دغا، محبت، وفا وغیرہ جذبات کا اندازہ کر لینا، علم البشرہ، علم الرأس، دماغ کے بعض حصوں کے اپریشن کے ذریعے اصلاحِ اخلاق وغیرہ۔

(۸۸) علم علاج بالمشورہ:۔ خاص علم جس میں اپنا زور یا توجہ صرف کئے بغیر امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔

(۸۹) علم النجوم:۔ علم الہیئت مراد نہیں۔ کواکب اور کواکب کی تاثیرات۔

(۹۰) علم الجفر:۔ ہندسوں کے ذریعہ آئندہ کی خبریں معلوم کرنا۔

(۹۱) علم الرمل:۔ لکیروں کے ذریعے حالات کا علم حاصل کرنا۔

(۹۲) علم الاستخارہ:۔ تسبیح کے دانوں کی مدد سے نتیجہ نکالنے کا علم۔

(۹۳) علم التسخیر:۔ دوسروں کو قابو میں کرنے کا علم۔

(۹۴) جانوروں کو پالنے کا علم:۔ مرغی، گائے، بھینس وغیرہ پالنے کے کیا طریق ہیں؟ نشوونما اور عمدہ اولاد حاصل کرنے کے اصول، تجارتی اصول۔

(۹۵) لائبریری کا علم:۔ کون سی کتابیں یکجا رکھنی چاہئیں، لائبریری مرتب کرنے کے اصول۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان علوم کا بطور مثال ذکر فرمایا ہے۔ اور علوم بھی ہیں۔ اب تو علوم اس طرح ترقی کر رہے ہیں کہ ان کی شاخیں مستقل علوم کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ اُمید ہے ذی علم احباب اپنے اپنے علم کا جامع تعارف لکھ کر ارسال فرماتے رہیں گے +

قائدین کے لئے لمحۂ فکریّہ

۱۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجالس خدام الاحمدیہ کی تعداد اب ۶۰۰ سے بھی زیادہ ہو چکی ہے مگر اس کے مقابل میں آپ نے اطفال الاحمدیہ کی کارگزاری کی رپورٹیں مندرجہ ذیل تعداد میں بھجوائی ہیں:۔

نومبر سنہ ۶۴ء ۲۲ مجالس، دسمبر سنہ ۶۴ء ۲۸ مجالس، جنوری سنہ ۶۵ء ۴۸ مجالس۔

باقی قائدین کرام بھی توجہ فرمائیں کیا وہ جماعت کی اس نرسری کی حفاظت کی ضرورت نہیں سمجھتے؟

۲۔ چندہ مجلس اطفال الاحمدیہ کی آمد نومبر تا فروری مجوزہ بجٹ سے کم ہوئی حالانکہ جھنگ نے سارے سال کا چندہ ادا کر دیا ہے کیا آپ نے چندہ بھجوا دیا ہے؟

۳۔ ۲۸ مئی سنہ ۶۵ء کو مرکزی امتحانات ستارۂ اطفال، ہلالِ اطفال، قمر اطفال، بدر اطفال ہو رہے ہیں اس دن ہر طفل کو کسی نہ کسی امتحان میں شامل ہونا چاہیئے۔ اس کی علمی و عملی تیاری کروانا آپ کے ذمہ ہے آپ نے اس کیلئے کیا انتظام کیا ہے؟ (مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

مکرم پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب
ایم۔ایس سی۔بی ٹی

مادّی اشیاء کی باہمی کشش

سائنس کے مضامین میں سے طبیعات ایک اہم مضمون ہے۔ اس کو انگریزی میں فزکس کہتے ہیں۔ اس کی موٹی موٹی چھ شاخیں ہیں :-

(۱) خواص مادہ

(۲) حرارت

(۳) روشنی

(۴) آواز

(۵) مقناطیسی طاقت

(۶) بجلی

خواص مادہ کی ایک مثال باہمی کشش ہے۔ تمام مادی اشیاء ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ مثلاً سورج زمین کو کھینچ رہا ہے اور زمین سورج کو۔ اس کشش کی شدت کا مدار ہر دو چیزوں کے اندر مادہ کی مقدار پر ہے جسے کمیت کہتے ہیں۔ جتنی یہ مقدار زیادہ ہوگی اتنی ہی کشش بھی زیادہ ہوگی۔ اسی طرح یہ کشش کی طاقت باہم فاصلہ پر بھی منحصر ہے۔ اگر فاصلہ زیادہ ہو تو یہ کشش کمزور ہوتی ہے لیکن معطل کسی صورت میں نہیں ہوتی۔

یہ باہمی کشش کا قانون تمام تجربات اور مشاہدات سے جو اس وقت تک کئے جا چکے ہیں ہر طرح ثابت ہے۔

زمین ہر دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور ہر وزن دار چیز کا وزن اسی کشش ارضی کا نتیجہ ہے۔ اسی کشش کے نتیجہ میں چیزیں بلندی سے نیچے گرتی ہیں۔

اس قانون پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مادی اشیاء ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں تو ضرور زمین چاند کو بھی اپنی طرف کھینچ رہی ہوگی اور چاند زمین کو اپنی طرف کھینچ رہا ہوگا تو اس کشش کے نتیجہ میں چاند اور زمین باہم ٹکرا کیوں نہیں جاتے ؟

اس کا باعث یہ ہے کہ چاند ساکن نہیں بلکہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ اور جب ایک مادی جسم گول دائرہ میں چکر لگا رہا ہو تو اس پر ایک دوسری طاقت لگنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس طاقت کو مرکز گریز طاقت کہتے ہیں۔ یہ نئی طاقت اس چکر لگانے والے جسم کو چکر کے مرکز سے دور لے جانا چاہتی ہے۔ اس طاقت کی شدت چکر لگانے والے جسم کی رفتار پر۔ اور مرکز سے فاصلہ پر موقوف ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ چاند کا زمین سے فاصلہ اور اس کی رفتار گردش ایسے ہیں کہ مرکز گریز طاقت جو چاند کو زمین سے دور لے جانا چاہتی ہے وہ بالکل اس

طاقت کے برابر ہے جو باہمی کشش کی وجہ سے چاند کو زمین کی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس وجہ سے نہ چاند زمین پر گرتا ہے اور نہ اس سے دُور چلا جاتا ہے۔

اگر چاند کی رفتار تیز ہو جائے یعنی چاند زمین کے گرد بجائے ایک ماہ میں ایک چکر لگانے کے دو چکر لگانے شروع کر دے۔ تب مرکز گریز طاقت۔ کشش کی طاقت سے زیادہ ہو جائے گی اور چاند زمین سے دُور اور دُور تر ہوتا جائے گا۔

اور اگر چاند کی رفتار کم ہو جائے یعنی زمین کے گرد ایک ماہ میں ایک چکر لگانے کی بجائے دو ماہ میں ایک چکر لگانا شروع کر دے تو چکروں کی رفتار کی کمی کی وجہ سے مرکز گریز طاقت کشش کی طاقت سے کم ہو جائے گی اور اس کے نتیجہ میں چاند زمین کے قریب آنا شروع ہو جائے گا۔ اور آخر کار زمین سے ٹکرا جائے گا۔

یہ مرکز گریز طاقت کوئی خیالی قیاس آرائی نہیں۔ بلکہ ایک حقیقت ہے جو تجربات اور مشاہدات کے عین مطابق ہے اور ہر شخص اس کا اسی طرح مشاہدہ کر سکتا ہے جس طرح باہمی کشش کا مشاہدہ چیزوں کے گرنے اور ان کے وزن کو محسوس کرنے سے کیا جاتا ہے۔

ایک چھوٹا سا ڈول لیں جس کے مُنہ پر تار کا کُنڈا پکڑنے کے لئے لگا ہو۔ بالکل ایسا ہی جیسا کہ بالٹی کا کُنڈا ہوتا ہے:-

اس ڈول نما گلاس میں تھوڑا سا پانی ڈالیں۔ اس کو اگر ہم ترچھا کریں یا اُلٹ دیں تو سارا پانی باہر گر پڑے گا کیونکہ زمین کی کشش پانی کو اپنی طرف کھینچ رہی ہوتی ہے۔

اب دوبارہ اس گلاس میں پانی ڈالیں اور اس کے کُنڈے میں دھاگا باندھ کر دھاگے کے دوسرے سرے کو اپنے ہاتھ میں پکڑیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس گلاس کو دھاگے کے ذریعہ چکر دینا شروع کریں۔

ہاتھ

الٹی سمت

پھر آہستہ آہستہ دھاگے کو زمین کی سطح کے متوازی کرتے جائیں

حتیٰ کہ وہ زمین کی سطح کے متوازی حالت میں چکر لگانا شروع کر دے۔ اب حالانکہ ڈول کی دیواریں افقی حالت میں ہیں پھر بھی پانی نہیں گرتا۔ پانی نہ گرنے کی وجہ مرکز گریز طاقت کی موجودگی ہے۔

یہ مرکز گریز طاقت پانی کو چکر کے مرکز سے دُور لے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔ یعنی ڈول کے پیندے کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس واسطے باوجود اس کے کہ برتن کے کنارے اُفقی سمت میں ہیں پانی نیچے نہیں گرتا۔

اس مثال میں جس سطح میں چکر لگ رہے ہیں وہ اُفقی ہے یعنی سطح زمین کے متوازی۔

اگر ہم اس سطح کو جس میں چکر واقع ہو رہے ہیں ترچھا کرتے کرتے راسی سمت میں بھی کر دیں ایسی صورت میں پانی کا ڈول اوندھا بھی ہو جاتا ہے۔ یعنی پیندا اُوپر اور مُنہ نیچے۔ مگر پھر بھی پانی نیچے نہیں گرتا کیونکہ مرکز گریز طاقت پانی کو چکر کے مرکز سے دُور لے جانے کی کوشش کر رہی ہے یعنی اسے پیندے کی طرف دھکیل رہی ہے اس واسطے باوجود ڈول کے اوندھا ہو جانے کے پانی نہیں گرتا۔

اگر ڈول اس طرح چکر نہ لگا رہا ہو اور اس حالت میں ہم اسے اوندھا کریں تو پانی ضرور نیچے گر جاتا ہے کیونکہ اب کوئی مرکز گریز طاقت نہیں لگ رہی ہوتی۔

سورج اور زمین کے درمیان بھی زبردست کشش کی قوت ہے۔ کیونکہ دونوں مادی اجسام ہیں اور کمیت میں بہت بڑے ہیں۔ اس زبردست کشش کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ زمین سورج کی طرف تیزی سے کھنچی جاتی۔ اور جا کر اس سے ٹکرا جاتی لیکن ایسا نہیں ہوتا کیونکہ زمین ساکن نہیں ہے بلکہ سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔

بالکل اسی طرح جس طرح چاند زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔
اس کے نتیجہ میں جو مرکز گریز طاقت پیدا ہوتی ہے وہ زمین کو سورج سے دُور تر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ دونوں متضاد طاقتیں بالکل برابر ہیں۔ اس توازن کے نتیجہ میں ٹکراؤ واقع نہیں ہوتا۔

موجودہ حالت میں زمین سورج کے گرد سال میں ایک چکر کاٹتی ہے۔ اگر یہ رفتار بڑھ جائے تو زمین سورج سے زیادہ دُور ہونا شروع ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر یہ رفتار کم ہو جائے تو مرکز گریز طاقت قوتِ کشش کے مقابلہ میں چھوٹی ہو جائیں گی اور دونوں میں توازن قائم نہیں رہے گا اور زمین سورج کے نزدیک ہونا شروع کر دے گی اور آخر کار اس سے جا ٹکرائیگی۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنے اعمال میں ایک خاص مقررکردہ اندازے کی پابند ہے۔ اگر اس میں ذرہ بھر بھی فرق آ جائے تو بھاری خطرہ پڑ جانا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن میں جو ارشاد فرمایا ہے

وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر چیز کو صحیح اندازے پر رکھ کر ایک توازن قائم کیا ہوا ہے۔ اس توازن کی کروڑوں مثالیں ہیں۔ ان میں سے ایک کائنات کے اجرام کی قوتوں کا باہمی توازن بھی ہے۔

مندرجہ بالا ارشاد کے ساتھ ہمیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ:۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ

کہ تمہیں جو بھی احکام دیئے گئے ہیں وہ تمہاری روحانی زندگی کا توازن قائم کرنے کیلئے ضروری ہے۔ اگر نافرمانی سے افراط و تفریط کے مرتکب ہوگے تو روحانی زندگی کا توازن برقرار نہیں رہے گا۔ اور ایسے ہی خوفناک نتائج لازمی طور پر نکلیں گے جو کائنات عالم میں مختلف قوتوں کا توازن بگڑنے سے رونما ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی منشاء کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما دے +

"اگر ان (اجرام فلکی۔ ناقل) پر در پردہ کوئی مدبّر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ یہ دلیل ہیئت پر غور کرنیوالوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی اتنے بڑے عظیم الشان اور بے شمار گولے ہیں جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے۔ یہ کیسی قدرتِ حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے اور نہ ان کی کلوں پُرزوں میں کچھ فرق آیا۔ اگر کوئی سر پر محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے۔ انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے خدا تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:۔
اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۹۵)

بسلسلۂ تعارف العلوم

محمد شفیق قیصر

علم فقہ کا ابتدائی تعارف

قرآن کریم کے اوّلین مخاطب عرب بالکل جاہل تھے، انہیں علوم و فنون کا کچھ علم نہ تھا۔ انہیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ تاریخ کس علم کا نام ہے یا صرف و نحو کس قسم کے علوم ہیں یا فقہ اور اصولِ فقہ کس چیز کا نام ہے لیکن جب انہیں قرآن کریم پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اس مقدس کتاب کا مطالعہ کیا تو اس کی وجہ سے انہیں ان علوم کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

زیرِ نظر مضمون میں علم فقہ سے متعلق ابتدائی معلومات بیان کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی علم کن حالات میں عالَم وجود میں آتا ہے۔

مختلف علوم کی تاریخ پر غور کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ابتداءً اس کے بعض مسائل غیر مربوط اور غیر منظم طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اُن مسائل کی ضرورت و اہمیت مفکرین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ مسائل کے مختلف حل پیش کئے جاتے ہیں، بحث و مذاکرہ ہوتا ہے بحث و مذاکرہ کی یہ صورت جو آخری صورت اختیار کرتی ہے اُسے اس مخصوص علم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اُسے کتابوں میں مرتب و مدوّن کیا جاتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ ہر علم کی تاریخ میں تین منازل آتی ہیں:۔

(۱) مسائل کی پیدائش۔

(۲) علم کی بنیاد

(۳) تالیفِ کتب

علم فقہ بھی ـــ انہی تین منازل سے گزر کر اپنی موجودہ شکل کو پہنچا ہے۔

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا سوال ہے اُس وقت تک اِس علم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس وجود تھا اور تمام صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت (یعنی فعلی روش) کی پُوری پُوری اتباع کرتے تھے۔ صحابہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جس طرح وضو کرتے دیکھتے خود بھی اسی طرح وضو کرتے۔ یہی حال نماز کا تھا۔ جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا نماز پڑھ لی۔ اس بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے کسی قوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں تیرہ مسئلوں سے زیادہ نہیں پوچھے جو سب کے سب قرآن کریم میں موجود ہیں"۔ تاہم غیر معمولی واقعات کے طور پر صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال بھی کرتے اور حضورؐ ان کے سوالات کے جوابات بھی دیتے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ صحابہ کوئی کام کرتے تو حضورؐ ان کی تعریف کرتے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے یا اس کے برعکس اپنی نارضامندی کا اظہار فرماتے۔ اس قسم کے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں اکثر پیش آتے تھے اور لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو ہمیشہ مدنظر رکھتے۔

صحابیات کو اس بارہ میں دقت پیش آتی کیونکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش کو دیکھنے کے کم مواقع میسر آتے اور عورتوں سے متعلق بعض مسائل ایسے بھی تھے جو عام طور پر بیان نہیں کئے جاسکتے تھے، اس لئے صحابیات براہِ راست ان امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دریافت فرمائیں۔ انصاری عورتیں اس باب میں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ انکے بارہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

نعم النساء الانصار لم یکن
لمنعھن الحیاء ان یتفقھن
فی الدین۔ (مسلم کتاب الطہارت)

یعنی انصاری عورتیں کس قدر اچھی ہیں کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیاء باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

جو صحابہؓ مدینہ سے باہر رہتے تھے ان کو بھی بروقت اس کا موقع نہیں مل سکتا تھا اس لئے وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند روز قیام کرتے تھے اور مختلف مسائل کی تعلیم حاصل کرکے واپس چلے جاتے اور آگے وہ مسائل اپنی قوم کو سکھاتے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ عرب کے مختلف قبائل کے وفود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دینی مسائل کا علم حاصل کرتے۔ بخاری میں وفد عبدالقیس کی آمد کا ذکر ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہم ایک طویل مسافت طے کرکے آئے ہیں آپ ہمیں وہ احکام سکھائیں جو ہم اپنی قوم کو بھی سکھائیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے احکام انہیں سکھائے اور فرمایا کہ انہیں یاد کرلو اور اپنی قوم کو بھی ان سے آگاہ کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے تابعین تک ان مسائل کو پہنچایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں فقہ کی تعلیم دیتے تھے اور آپ کے شاگرد آپ کے احکام و فتاوی کو ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاد حضرت حمادؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں سے علم فقہ کی تحصیل کی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوی و احکام پر قائم ہوئی۔

حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ میں رہتے تھے۔ آپ کا حلقہ درس بھی بہت وسیع تھا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں حضرت سعید بن مسیب، عطاء بن یسار بہت ممتاز تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی مدینہ میں ہی مقیم تھے اور آپ

کی روایات کے سب سے بڑے جامع حضرت نافعؒ تھے۔

حضرت امام مالکؒ نے انہی دونوں بزرگوں کے شاگردوں یعنی حضرت نافع اور سعید بن مسیب سے تعلیم حاصل کی تھی اس لئے انہوں نے انہی کے مذہب پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے شاگردوں نے مکہ کو دار العلوم بنایا تھا۔ موجودہ فقہ کی بنیاد انہی چار صحابہ کے فتاویٰ نے ڈالی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صحابہ و تابعین میں جب اسلام کی حدود بہت بڑھ گئیں اور تہذیب و تمدن کے نئے نئے نقشے بننے لگے۔ اور اسلام کو بھی ان نئی تہذیبوں سے واسطہ پڑا۔ اس وقت نئے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ آخر تابعین نے یہ محسوس کیا کہ ان مسائل کو حل کیا جائے اور قرآن کریم اور سُنّتِ نبوی کو مدنظر رکھ کر ایک ایسا ضابطہ مرتب کیا جائے جو ہر طرح مکمل اور ہر جگہ قابلِ عمل ہو۔ اس طرح تابعین کے آخری عہد میں ایک نئے علم کی داغ بیل پڑی۔ جو مکمل ہونے پر "علم الفقہ" کہلایا

فقہ کے معنی

فقہ کے لغوی معنے "سمجھ" کے ہیں۔ اسی طرح فقہ کے ایک معنے شق (یعنی کسی چیز کو پھاڑنا) اور فتح (یعنی کھولنے) کے بھی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں "فقہ کی حقیقت تحقیق و تفتیش کرنا اور کھولنا ہے" اسی طرح فقہ کے ایک معنے فہم و تدبّر اور دین میں بصیرت کے بھی کئے گئے ہیں۔

اس علم کے ماہر کو "فقیہہ" کہتے ہیں یعنی وہ عالم جو غور و فکر کر کے قوانین کے حقائق کا پتہ چلائے اور مشکل اور مغلق امور کو واضح کرے۔

فقہ کی تعریف

العلم بالاحکام الشرعیۃ
عن ادلتھا التفصیلیۃ۔

یعنی فقہ (اُن) شرعی قوانین کا نام ہے جو اُن کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہو۔

فقہ کی اس تعریف میں احکام اور تفصیلی دلائل کی مختصر تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ سو احکام سے وہ عملی مسائل مراد ہیں جن سے انسان کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں سابقہ پڑتا ہے اور یہ مسائل خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات (معاشرتی اور مالیاتی قوانین جو باہمی تعاون و اشتراکِ عمل کے لئے مقرر ہیں) سے متعلق ان عملی مسائل کو ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث اور دوسرے ذرائع سے جو اصول اور شرعی دلائل دیئے جاتے ہیں انہیں تفصیلی دلائل کہا جاتا ہے۔

اس علم کا تعلق مندرجہ ذیل مباحث سے ہے:۔

(۱) عبادات:۔ یعنی وہ امور جو خدا اور بندے کے درمیان تعلق استوار رکھتے ہیں یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے احکام کی تفصیلات۔

(۲) آدابِ معاشرہ:۔ یعنی وہ اخلاقی ضابطے جن کا تعلق معاشرہ اور باہم خوشی کی زندگی بسر

کرنے سے ہے۔ یعنی کھانے پینے کے آداب، علاج معالجہ وغیرہ۔

(۳) **مناکحات**:۔ وہ احکام و قوانین جن کا تعلق نسلِ انسانی کی بقاء سے ہے۔ اس میں نکاح، طلاق، خلع، عدت، نسب ولایت، وصیت اور وراثت وغیرہ امور سے متعلق بحث ہوتی ہے۔

(۴) **معاملات**:۔ سے مراد وہ معاشری اور مالیاتی قوانین ہیں جو باہمی تعاون اور آپس کے اشتراکِ عمل کے لئے مقرر ہیں۔ مثلاً خرید و فروخت، اجارہ (ٹھیکہ) عاریت، امانت، ضمانت، حوالہ (ہنڈی) شرکت (کمپنی) وغیرہ

(۵) **عقوبات یعنی حدود و تعزیرات**، سے مراد وہ احکام و قوانین ہیں جو جرائم اور ان کی سزاؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی اس میں قتل، چوری، زنا، شراب نوشی اور کسی پر جھوٹی تہمت لگانے کے متعلق مفصل بحث کی جاتی ہے جس میں ان جرائم کی نوعیت اور ان کی سزاؤں کا بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قصاص یعنی خون بہا اور تعزیری سزائیں وغیرہ سے متعلق بھی بحث اسی حصہ میں ہوتی ہے۔

(۶) **قضاء و خصومات**:۔ اس میں عدالتی مسائل، منصب قضاء اور قاضی کے فرائض وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔

(۷) **حکومت و خلافت**:۔ اس میں قومی اور بین الاقوامی معاملات، صلح اور جنگ کے احکام کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح جہاد کا تعلق بھی اسی شعبہ سے ہے۔

(۸) **علم الفرائض یا علم المیراث**:۔ اس علم میں ورثہ کی تقسیم، مختلف ورثاء کے حقوق سے بحث ہوتی ہے۔

فقہ کے مشہور مذاہب

فقہ کے چار مشہور مکاتبِ فکر ہیں۔ ہر مکتبِ فکر اپنے امام کے نام سے موسوم ہے۔

(۱) حنفی

(۲) مالکی

(۳) شافعی

(۴) حنبلی

(۱) **فقہ حنفی** کے بانی حضرت امام نعمان بن ثابت تھے۔ آپ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں فقہ اسلامی کی تدوین کا خیال آیا۔ فقہ کا یہ مکتبِ فکر دیگر مکاتبِ فکر کی نسبت سب سے زیادہ مقبول ہوا۔

(۲) **فقہ مالکی**۔ فقہ کے اس مکتبِ فکر کے بانی حضرت امام مالک بن انس رضی تھے۔ آپ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی کتاب "موطا" حدیث کی بہت مشہور کتاب ہے۔ جس میں فقہ کی طرز پر ابواب کو ترتیب دیا گیا

ہے۔ امام مالکؒ مسائل کی بنیاد صرف قرآن مجید اور احادیث پر رکھتے تھے۔ اسی طرح اہلِ مدینہ کے تعامل اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اقوال کو بھی سند قرار دیتے تھے۔

(۳) فقہ شافعیہ۔ فقہ کے تیسرے مکتبِ فکر کے بانی حضرت محمد بن ادریس الشافعی تھے۔ آپ ۱۵۰ھ غزہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے آپ نے ہی فقہ کے اصول اور احکام مرتب فرمائے اور اس سے متعلق ایک مشہور کتاب "الرسالۃ" تالیف فرمائی۔

(۴) فقہ حنبلی۔ اس مکتبِ فکر کے بانی حضرت امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل تھے۔ آپ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

آپ حضرت امام شافعی کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ ابتداءً آپ امام شافعی مسلک پر ہی عامل تھے لیکن بعد میں اپنا الگ مسلک اختیار کیا جو پانچ اصولوں پر مبنی ہے:۔

(۱) آیاتِ قرآنی اور احادیث سے استنباط۔

(۲) صحابہ کے فتاویٰ بشرطیکہ ان کے خلاف دوسرے اقوال نہ ہوں۔

(۳) بعض صحابہ کے اقوال بشرطیکہ قرآن وحدیث کے مطابق ہوں۔

(۴) مرسل اور ضعیف روایات سے بوقتِ ضرورت استدلال۔

(۵) اگر ان ذرائع سے بھی کسی مسئلہ میں راہنمائی حاصل نہ ہو تو پھر آپ اجتہاد (یعنی قرآن کریم اور سنّتِ نبوی کی بناء پر مسائل کے استنباط میں قیاس کے ذریعہ کوشش کرنا) اور قیاس سے کام لیتے۔

علم فقہ سے متعلق مزید معلومات کے لئے ذیل کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے:۔

- "فلسفہ شریعتِ اسلام" (اردو) ترجمہ از محمد احمد رضوی شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور۔
- "نظامِ اسلامی مشاہیرِ اسلام کی نظر میں" مرتبہ خلیل احمد حامدی۔ اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔
- "اردو ترجمہ بدایۃ المجتہد" شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ۔
- "سیرۃ ائمہ اربعہ" سید رئیس احمد جعفری۔
- "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" از مولانا محمد تقی امینی۔
- "تاریخ علم فقہ" از عبد الصمد صارم +

مکرم مولانا نسیم سیفی
سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

خیر مناؤ

بدلی بدلی دنیا والو ارمانوں کی خیر مناؤ

جام و سبو اب طاق میں رکھ دو پیمانوں کی خیر مناؤ

صحراؤں کے صبح و مسا کی رونق بڑھتی جاتی ہے

دیوانے تو دیوانے ہیں فرزانوں کی خیر مناؤ

لو اب ان کی افسردہ آنکھوں سے بھی چھلکی

رندو اپنی فکر کرو تم میخانوں کی خیر مناؤ

چاند ستاروں کو تو یقیناً تم اک دن تسخیر کرو گے

انسانوں کے خیر اندیشو! انسانوں کی خیر مناؤ

اِک "کافر" نے صحنِ حرم سے دنیا کو للکارا ہے

ایمانوں کے دعویدارو! ایمانوں کی خیر مناؤ

حسنِ ازل نے بزمِ جنوں میں کھول دیا ہے اپنا گھونگھٹ

شمع تو جلتی ہی رہتی ہے پروانوں کی خیر مناؤ

صحرا صحرا گھومنے والوں کے صحرا ہر دم ہیں سلامت

شہروں میں بسنے والو تم کاشانوں کی خیر مناؤ

وقت کو پہچانو بھی نسیم اب مہر بلب ہی اچھے ہو تم

جو اب تک کہہ پائے ہو ان افسانوں کی خیر مناؤ

مکرم ناصر احمد صاحب
شیخوپورہ

نماز باجماعت کے قومی و انفرادی فوائد

اسلامی عمارت کے پانچ ستون ہیں۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اس عمارت کے لئے ان سب کا قائم رہنا ضروری ہے۔ ان میں سے نماز کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے۔ زکوٰۃ صرف صاحب نصاب پر فرض ہے۔ حج بیت اللہ میں بھی استطاعت کا دخل ہے۔ روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر اس وقت فرض ہے جب وہ صحت مند ہو اور سفر پر نہ ہو۔ لیکن نماز کا ادا کرنا ہر مرد و زن، بوڑھے جوان پر سفر، بیماری، تندرستی، جنگ اور امن میں فرض ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (عنکبوت) یقیناً نماز برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ صحیح معنوں میں نماز ادا کرنے والا تمام برائیوں اور کمزوریوں سے بچ سکتا ہے۔ انسان اگر روحانی لحاظ سے بیمار ہو تو نماز اس کے لئے دوا کا کام دیتی ہے۔ تندرست ہو تو غذا کا کام دیتی ہے اور روحانی صحت کو قائم و دائم رکھنے میں ممد ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر بہتی ہو اور وہ اُس نہر میں دن میں پانچ دفعہ نہائے دھوئے تو کیا کوئی مَیل اس کے جسم پر باقی رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس طرح تو میل باقی نہیں رہ سکتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کو مٹاتا ہے۔

اس حدیث سے نماز کی اہمیت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ باطن کو نہ صرف صاف بلکہ صیقل کرنے کے لئے نماز کا بالالتزام ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

مؤذن جب اذان دیتا ہے تو دائیں طرف رُخ کر کے کہتا ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ نماز کی طرف آؤ، نماز کی طرف آؤ۔ پھر بائیں طرف رُخ پھیر کر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہتا ہے یعنی کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ۔ نماز کی طرف آنے کا مطلب کامیابی کی طرف آنا ہے۔ نماز کا جب وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنے خزانے کھول دیتا ہے بلکہ وہ لوگ جو اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اُن کے دامن اپنے خزانوں سے بھرنے کے لئے بلاتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے پاس تو مانگنے والے جاتے ہیں لیکن وہ بہت سے فقیروں کو دھکے دلوا کر نکال دیتے ہیں لیکن وہ بادشاہوں کا بادشاہ، وہ دنیا و مافیہا کا مالک، وہ جس کے خزانوں میں

کبھی کمی نہیں آسکتی وہ کہتا ہے میرے بندو! آؤ میں اپنے خزانے لُٹانے لگا ہوں۔ ان گنت خزانوں کا مالک ہوں اور خود ہی بُلا رہا ہوں تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مانگنے والے تہی دامن لوٹیں۔ پھر دن میں ایک دفعہ نہیں پانچ دفعہ اُس کے خزانوں کی تقسیم ہوتی ہے تا اس کا کوئی بندہ بھی ان نعمتوں سے محروم نہ رہے۔

وہ درگاہ جہاں ناکامی اور ناامیدی کا شائبہ بھی نہ ہو جو وہاں جانا نہیں چاہتا وہ ازلی ابدی محروم ہے۔ وہ سعادت سے بے بہرہ ہی رہتا ہے۔

نماز کے بارے میں بعض نو تعلیم یافتہ دماغوں میں چند اعتراضات پیدا ہوتے ہیں:۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ہی یاد کرنا ہوتا ہے بیٹھ کر کر لیا یا کھڑے ہو کر کر لیا۔ یہ کیا ہے کہ کبھی کانوں کو ہاتھ لگایا جاتا ہے، ہاتھ باندھے جاتے ہیں، گھٹنوں کے بل جھکا جاتا ہے، سجدہ کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس کا جواب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑے ہی لطیف پیرایہ میں یُوں دیا ہے:۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ادب و احترام کے اظہار کے لئے مختلف اقوام نے مختلف شکلوں کو اختیار کیا ہے بعض قوموں میں ادب کے اظہار کا طریق یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے سامنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض قوموں میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا ادب کے اظہار کی علامت ہے۔ بعض میں رکوع کی طرح جھک جانا ادب کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور بعض قوموں میں سجدہ کے طور پر گر جانا ادب کے انتہائی اظہار کے لئے علامت مقرر کیا گیا ہے اور بعض قوموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنا انتہائی ادب کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے مختلف اقوام میں ان مختلف صورتوں کو اختیار کیا جاتا ہے۔ ایرانی لوگ اپنے بادشاہ کے سامنے جسے وہ خدا تعالیٰ کا مظہر قرار دیتے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے۔ مغربی ممالک میں گھٹنوں کے بل گرنے کو انتہائی تذلل کا مقام سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں رکوع کی طرح جھکنا ادب کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے قابلِ تعظیم بزرگوں کے آگے سجدہ کیا جاتا ہے۔ اسلام چونکہ سب دنیا کے لئے ہے اس نے اپنی عبادت میں ان سب طریقوں کو جمع کر دیا ہے تاکہ ہر قوم کے لوگوں کے دلوں میں اس طریق عبادت سے وہ خشیت پیدا ہو جو عبادت میں پیدا ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ایک تو اپنی قومی عادت

کے ماتحت وہ اس خاص ہیئت سے زیادہ
متاثر ہوں گے۔ دوسرے اپنی قلبی کیفیت
کے ماتحت وہ ان مختلف ہیئتوں سے
موقع کے مناسب زیادہ متاثر ہوں گے
کیونکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان کے اندر
جو مختلف تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اُن
کے ماتحت وہ کبھی تو شدتِ محبت اور
شدتِ ادب کے وقت جُھک جاتا ہے
کبھی دوزانو ہو جاتا ہے کبھی سامنے
کھڑا ہو جاتا ہے اور کبھی سجدہ میں
گر جاتا ہے۔ پس اس کے قلب کی جو بھی
کیفیت ہوگی اس کے مطابق ہیئت
کے وقت اس کے قلب میں جوش پیدا
ہو جائے گا اور وہ اپنی عبادت سے
پورا فائدہ اُٹھا سکے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد اول جزو اول صفحہ ۱۱۷-۱۱۸)

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ نماز کے پانچ مختلف وقت کیوں مقرر کئے گئے ہیں حالانکہ اتنی رکعتیں ایک ہی وقت میں آسانی سے پڑھی جا سکتی ہیں اور نماز عمر بھر کبھی معاف نہیں ہوتی!

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ نہار مُنہ ناشتہ کرتے ہیں، پھر دوپہر کو کھانا کھاتے ہیں، سہ پہر کو ہلکا ناشتہ (Light refreshment) کرتے ہیں اور شام کو پھر کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پانی دن میں کئی بار پیتے ہیں۔ کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی صبح کو ایک گھڑا پانی کا پی لے اور سارا دن پانی کے قریب نہ جائے۔ صبح اُٹھتے ہی چھ سات روٹیاں کھا لے اور سارا دن کچھ نہ کھائے۔ کام کرنے سے بدن میں کمزوری آجاتی ہے اسے رفع کرنے کے لئے بار بار غذا کی ضرورت رہتی ہے۔ یہی حال نماز کا ہے۔ نماز ایک روحانی غذا ہے۔ انسان دنیاوی کاموں میں لگ جاتا ہے تو اُس کی روح پر میل جم جاتی ہے۔ اس مَیل کو دھونے کے لیے وہ نماز کی طرف آتا ہے۔ پھر کام کاج میں مصروف ہو جاتا ہے۔ پھر نماز کی طرف آجاتا ہے۔ اس طرح ساتھ ساتھ اس کی روح کی صفائی ہوتی ہے اور کوئی آلائش باقی نہیں رہتی۔

دنیا میں کبھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ کسی آدمی نے گھی کا ایک کنستر یا ایک من بادام ایک دن میں نگل لئے ہوں اور اگلے ہی دن وہ پہلوان بن گیا ہو۔ خوراک جسم کو تقویت اُس وقت دیتی ہے جب روزانہ مناسب مقدار سے اس کو اس کو استعمال کیا جائے۔ روحانی ترقی کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ انسان خواہ کتنی بھی ترقی کرے پھر بھی ترقی کا امکان باقی رہتا ہے اسلئے نماز کبھی بھی معاف نہیں ہو سکتی۔ انسان کا روحانی ترقی کے مدارج کو مکمل طور پر طے کر لینا عملی طور پر نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ نماز پر اللہ تعالے نے بڑا زور دیا ہے آخر اس سے اس کی ذات کو کیا فائدہ؟ کسی کے نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے سے خدا تعالےٰ کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آجاتا۔ اس میں سراسر نماز پڑھنے والوں کا فائدہ ہے۔ ماں جب اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہے، پوشاک پہناتی ہے، خوراک کھلاتی ہے اور دیگر

ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاتی ہے تو اس سے ماں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ایسا وہ صرف اسلئے کرتی ہے کہ وہ اپنے بچے کی محبت میں گم ہوتی ہے اور وہ اپنی مامتا کی وجہ سے اس کا نقصان نہیں دیکھ سکتی۔ خدا تعالیٰ جو ماں سے بڑھ کر رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں کو گمراہ نہیں دیکھ سکتا، وہ اُن کو اپنے دربار میں خود ہی بلاتا ہے اور اُن کو مواقع بہم پہنچاتا ہے کہ وہ اُس سے مانگیں۔

نماز سے بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بندے کے تعلقات ہو جاتے ہیں تو دنیا اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"صلوٰۃ ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی قریب ذریعہ نہیں۔ یہ قرب کی کنجی ہے۔ اس سے کشوف ہوتے ہیں، اس سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہیں۔ یہ دعاؤں کے قبول ہونے کا ایک ذریعہ ہے"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۴۹)

نماز کے بارے میں قرآن پاک میں بڑی تاکید فرمائی گئی ہے اور ہر جگہ اس کے لئے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا لفظ ہی استعمال کیا گیا ہے یعنی نماز کو قائم کرو، نماز باجماعت ادا کرو۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ نماز باجماعت تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے (بخاری کتاب بدء الاذان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نماز باجماعت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

"پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔"

"میں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی"

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم)

نماز باجماعت کی اہمیت پر مندرجہ بالا ارشادات سے کافی روشنی پڑتی ہے۔ نماز باجماعت سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں جن میں سے چند نمایاں فوائد درج ذیل ہیں :-

(۱) مساوات :- انسانی حقوق کے چارٹر بنتے ہیں۔ دساتیر (Constitutions) بنائے

جاتے ہیں اور خدا جانے کتنے کتنے ڈھونگ رچائے
جاتے ہیں کہ تمام بنی نوع انسان رنگ و نسل، ذات
پات، ملک و قوم کے لحاظ سے برابر ہیں لیکن
اس کی عملی صورت بالکل نظر نہیں آتی۔ ہندوؤں
میں چار درجے مانے جاتے ہیں برہمن، کھشتری،
ویش اور شودر۔ شودر خواہ کتنی بھی ریاضت
کرے، وہ برہمن کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا
عیسائیوں کے گرجوں میں بھی خاص لوگوں کے لئے
جگہیں مقرر ہوتی ہیں۔ مغربی ممالک میں گورے
اور کالے کا امتیاز شدت اختیار کر چکا ہے۔
امریکہ کے تعلیمی اداروں میں طبقاتی کشمکش ایک
ایسا ہی سلگتا ہوا ناسور ہے۔

لیکن اسلام نے نہ صرف اعلان کیا بلکہ نماز
باجماعت میں دن میں پانچ بار اس کا عملی ثبوت بھی
دیا۔ ایک غریب جب امیر کے ساتھ کندھا جوڑ کر
کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کتنی خودداری آجاتی ہے
کہ خدا کی درگاہ میں تو ہم دونوں برابر ہیں۔ ایک
نوکر جب آقا کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہوتا ہے
تو اس میں عزتِ نفس کا کتنا احساس پیدا ہوتا
ہے اور بے اختیار اس کے دل میں یہ بات
آجاتی ہے کہ اس دنیا میں تو میں اس کا نوکر ہوں
لیکن دنیا کے سب سے بڑے دربار میں ہم دونوں
کی حیثیت ایک ہی ہے۔ اس میں مبالغہ نہیں کہ
نماز میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ:-

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(۲) اطاعت کی روح:- امام جب نماز پڑھا
رہا ہوتا ہے تو اس کی ہر چھوٹی بڑی حرکت کے
ساتھ مقتدی اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ جب
وہ کھڑا ہوتا ہے تو وہ کھڑے ہوتے ہیں۔ جب
وہ بیٹھ جاتا ہے تو وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ جب وہ
سجدہ میں جاتا ہے تو وہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔
اگر امام کوئی غلطی کرے تو اس کو توجہ دلانے
کے لئے "سبحان اللہ" کے الفاظ استعمال
کئے جاتے ہیں۔ اپنے امام اور امیر کی غلطی پر بھی
ادب کو خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔
اس کے باوجود بھی اگر امام غلطی پر قائم رہے تو
یہی حکم ہے کہ اس کے ساتھ ہی غلطی کر جاؤ۔ کتنا
کامل ادب اور اطاعت کا نمونہ ہے۔ دنیا میں
اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

(۳) اخوت کا احساس:- جب دن میں پانچ بار
ایک محلہ کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے
سے نہ صرف شناسا بلکہ دوست بن جاتے ہیں۔
ایک دوسرے کے حالات، احساسات اور
جذبات سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو
ایک دوسرے کا بھائی بند سمجھنے لگ جاتے ہیں۔
اس طرح قوم مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جاتی
ہے۔ اس طرح نماز سے اتحاد میں مدد ملتی ہے۔

(۴) تنظیم میں مدد:- اگر دن میں پانچ بار محلہ کے

لوگ اور جمعہ کے دن ایک مسجد میں سارے شہر کے لوگ اکٹھے ہو جائیں تو تنظیم میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ آپس کے تعلقات بڑھتے ہیں کسی تنظیمی کام کے لئے اطلاع دینا آسان ہو جاتا ہے۔ ہر روز جمع ہونے کی عادت کا یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ جب کبھی ہنگامی حالات درپیش ہوں تو ایک اعلان سے ہی جمع کیا جا سکتا ہے اور مختلف فیصلہ جات کئے جا سکتے ہیں۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے لئے نماز باجماعت کھاد کا حکم رکھتی ہے!

(۵) قومی شعور:۔ نماز باجماعت سے قومی شعور اُبھرتا ہے۔ جب تمام لوگ ایک امام کے پیچھے قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہوتے ہیں تو اُن میں یک جہتی کا احساس جنم لیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک لڑی میں منسلک سمجھتے ہیں۔ جب ان کو ایک امام کے اشارے پر اُٹھنے اور بیٹھنے کی مشق ہو جاتی ہے تو وہ ہر کام میں ایک آدمی کے کہنے پر چل پڑتے ہیں اور اس کے کہنے پر چل پڑتے ہیں اور اس کے کہنے پر رُک سکتے ہیں۔ یہی وہ قومی شعور تھا جو صحابہ کو ہزاروں اور لاکھوں افراد پر مشتمل مسلح افواج پر غالب کرنے کا باعث بنا۔

لیکن یہ تمام فوائد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری نمازیں رسمی نہ ہوں، ان میں سوز و گداز اور تڑپ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ میں:۔

"میں پھر تمہیں بتلاتا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ سے سچا تعلق، حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہو جاؤ اور ایسے کاربند بنو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔

(ملفوظات جلد اوّل صـ۱۷)

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح معنوں میں نمازیں قائم کرنے کی توفیق دے۔ ہماری نمازوں میں خشوع و خضوع ہو اور ان کے نتیجہ میں ہمیں خدا تعالےٰ کا عرفان حاصل ہو۔ ہمارا اللہ تعالےٰ سے حقیقی تعلق قائم ہو جائے۔ ہم اللہ تعالےٰ کے اتنے قریب ہو جائیں کہ ہم تمام قسم کے شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جائیں اور کوئی طاغوتی طاقت ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے!!

مکرم محمد عثمان صاحب چینی

جہادِ اکبر یعنی نفس کا جہاد

ذیل کا مضمون ہمارے غیر ملکی بھائی چوچنگ شی محمد عثمان صاحب چینی کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور اپنی اصلی شکل میں ہی بغیر کسی قسم کی اصلاح کے قارئینِ خالد کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ کئی سال سے مرکزِ احمدیت مقیم ہیں۔ جامعہ احمدیہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عنقریب بیرونی ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ آپ کے دل و دماغ پر جامعہ احمدیہ کی علمی و تربیتی فضا نے کتنے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں ان کی نمایاں جھلک اس پُر تاثیر مضمون کے ہر ہر لفظ سے نمایاں ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسی اور احمدیت کے روحانی کمالات کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ (ادارہ)

یہ ایک ایسا واضح امر ہے جو ہم میں سے کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ عقلاً ہم کو چاہیئے کہ ہم ایک دوسرے سے بڑھ کر قربانی کریں تاکہ ہمیں قومی اور فردی زندگی کی زیادہ سے زیادہ کامیابی اور فلاح نصیب ہو۔ مگر عملاً بعض اوقات قربانی کرنے میں کئی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کے نتیجہ میں اجتماعی ترقی میں تاخیر پیدا ہو جاتی ہے اور فردی ترقی بھی رُک جاتی ہے۔

میرے نزدیک قربانی کرنے کی سب سے بڑی اور بنیادی رکاوٹ یہ ہے کہ ہم اپنے نفس سے کم مطالبہ کرتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا نفس ہماری عقل کی بات بھی بعض اوقات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض لوگ یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہم کو زیادہ سے زیادہ دینی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہماری اولاد کو نیک اور خادمِ دین بنا، مگر عملاً وہ نہ کما حقہٗ چندہ ادا کرتے ہیں اور نہ اپنی زندگی اور نہ اپنی اولاد کی زندگی کو وقف کرتے ہیں بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی اولاد کو زندگی وقف کرنے سے روکتے ہیں۔ دراصل نفس کا جہاد دوسرے جہادوں کی بنیاد ہے۔ جب تک نفس کا جہاد نہ کیا جائے، اُس وقت تک کسی قسم کا جہاد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے تو نفس کے جہاد کو "جہادِ اکبر" کہا گیا ہے۔ سو اگر ہم دین کی خدمت یعنی جہادِ کبیر میں حصہ لیکر قربانی کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو جہادِ اکبر کرنا پڑے گا، یعنی ہم کو اپنے نفس سے چند مطالبات کرنے پڑیں گے۔

(۱) میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے نفس سے سب سے پہلے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ اس کو اپنی خداداد آزادی سے صحیح رنگ میں استفادہ کرنا چاہیئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ (آل عمران ع۹)
یعنی تو کیا اللہ کے دین کے سوائے وہ کچھ اور چاہتے ہیں حالانکہ اُسی کے فرمانبردار ہوئے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خواہ خوشی سے اور خواہ مجبوراً اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم اور اس کا نظام بہرحال ایک دن دنیا میں قائم ہو کر رہے گا مگر اس نظام کے ماتحت دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ اوّل وہ جو اپنی خوشی سے اس نظام کے قیام اور استقامت کی ہر قسم کی امداد کریں گے اور دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو نہ اس تعلیم پر ایمان رکھیں گے اور نہ اس نظام کی امداد کریں گے مگر جب نظام قائم ہو جائے گا تو مجبوراً اس نظام کے ماتحت انہیں رہنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے امداد کرنیوالوں کو جو اپنے آزادی ضمیر سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھایا تھا اس کا ثواب ملے گا اور جو اسلامی نظام کے قائم ہونے کے بعد مجبوراً اسکے ماتحت رہنے والے ہوں گے انکو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جزا سزا کا قانون آزادی ضمیر پر موقوف ہے اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک طرف شریعت کا پابند بنایا ہے اور دوسری طرف اس کو آزادی بھی دی ہے اور شریعت میں بعض کاموں کو فرض قرار دیا گیا اور بعض کاموں کو جو کہ بہت ہی مفید ہیں نفل قرار دیا گیا تاکہ وہ خوشی سے کر کے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرے۔ سو خوش قسمت اور عقلمند وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ کا منشاء اور حکمت خوب سمجھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھا کر ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ ہم لوگوں نے اپنی مرضی اور خوشی سے اسلام اور احمدیت کو قبول کیا ہے اور تحریک جدید کو خدائی تحریک سمجھتے ہیں مگر کسی روحانی تحریک کو صرف زبانی قبول کرنا کافی نہیں ہوا کرتا، نہ اس سے اس مذہب اور تحریک کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی اس کی اپنی ذات کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔ سو ہمیں چاہیئے کہ اپنے نفس سے یہ مطالبہ کریں کہ ہم نے جو اپنی مرضی اور خوشی سے اسلام کے نظام کو قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے اسے ہم نے کہاں تک پورا کیا ہے۔ تحریک جدید اسلام کے نظام کو قائم کرنے کی تحریک ہے اس لحاظ سے اسکو کامیاب بنانا ہمارے لئے فرض بن چکا ہے رطوعی طور پر اس میں حصہ لینے کیلئے اس واسطے کہا گیا ہے تا ہم اپنی خوشی سے حصہ لیکر زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکیں۔ اگر ہم اس میں حصہ نہیں لیں گے تو تحریک جدید کے

ماتحت جو اسلامی نظام قائم ہوگا اس میں ہمیں کوئی ثواب نہیں ملیگا۔ ایسا نہ ہو کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جو مجبوراً اللہ تعالیٰ اور اسلامی نظام کی فرمانبرداری کرتے ہوں گے۔ یا ہماری سستی کی وجہ سے اسلامی نظام کے قیام اور نفاذ میں تاخیر ہو جائے اور ہم کو سزا کے طور پر ایسے نظام کے تحت کر دیا جائے جہاں جبر ہو۔ ہمیں اپنے نفس سے یہ کہنا چاہیئے کہ ہم کو اپنی خوشی سے نہ صرف بد اخلاقی کو ترک کرنا چاہیئے بلکہ اپنی روحانیت اور اخلاق کو اور بلند کرنا چاہیئے اور ہم ہرگز اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو اس نظام میں داخل نہیں ہونے دینگے جہاں جبراً ہماری اصلاح کرائی جاتی ہو۔ جو ہماری آزادی سے صحیح رنگ میں فائدہ نہ اٹھایا جانے کا لازمی نتیجہ اور اس کی سزا ہوگا۔

(۲) ہمیں اپنے احساسات اور شعور کو زیادہ سے زیادہ تیز کرنا چاہیئے۔

انسان کے احساسات اور شعور اس کی دونوں جہان کی نجات اور ترقی میں بہت ہی مدد دیتے ہیں۔ مثلاً انسان کے حیا اور ذمہ داری کے احساسات اور وفاداری اور خودداری کے شعور سے اس کو نیکی بجا لانے اور بدی سے رکنے میں بہت ہی مدد ملے گی۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اسلام کو اس کی جان اور مال کی ضرورت ہے اور جماعت اس سے مطالبہ کرتی ہے تو اس کی غیرت اور ذمہ داری اور اس کی وفاداری اور خودداری اس کو مجبور کرے گی کہ جماعت کے اہم مطالبات رد نہیں کر سکتی۔ جب وہ ایک دفعہ جان یا مال کا وعدہ کرتا ہے اس کی یہ خوبیاں اس کو اجازت نہیں دیں گی کہ وہ وعدہ کے خلاف کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کے اسلامی انوار و برکات سے محروم رہ جانے کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے اپنے احساسات اور شعور کو ترقی نہیں دی بلکہ انہیں ضائع کر دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

یقیناً جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے ان پر خواہ تو نے خبردار کیا اُن کو یا نہیں تو نے اُن کو خبردار کیا، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مُہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بہت بڑا دکھ ہے۔

دیکھئے جب ان کافروں نے اپنے احساسات اور شعور سے فائدہ نہیں اٹھایا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے احساسات اور شعور کو ضائع کر دیا ہے۔ اگرچہ ہم اسلام پر ایمان لائے ہیں۔ اگر ہم اپنے احساسات اور شعور کو ترقی دیکر احکام الٰہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اعمال صالح نہ بجا لائیں تو لازماً نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے

احساسات اور شعور بھی روبہ تنزل ہو کر کم یا ضائع ہو جائینگے یہ نہایت خوف کا مقام ہے۔ سو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے احساسات اور شعور کی ہر وقت نگرانی کرنی چاہیئے۔

(۳) ہم اپنے مقصد حیات اور اپنے قوم کے مقصد حیات کی خاطر اپنے نفس پر پورے طور پر بوجھ رکھنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا
اِلَّا وُسۡعَھَا ؕ لَھَا مَا کَسَبَتۡ
وَعَلَیۡھَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَا اِنۡ
نَّسِیۡنَا اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو نہیں ذمہ وار ٹھہراتا، مگر جتنی اس کی طاقت ہے۔ مگر ہم کو یہ جائزہ لینا چاہیئے کہ ہمارا نفس خدا داد طاقت کے حدود کے اندر کہاں تک بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ اور پھر اس حد کے اندر پورے طور پر بوجھ اُٹھانا چاہیئے۔ مثال کے طور پر۔ اگر ہماری حالت ہم کو اجازت دیتی ہے کہ چندہ دیں اور زندگی کو وقف کریں مگر گزشتہ سال غلطی سے تحریک جدید کا نہ چندہ کا وعدہ کیا اور نہ ہی زندگی وقف کرنے کا وعدہ کیا تو اس سال وعدہ کرنا چاہیئے۔ اگر ہم نے بھول کر گزشتہ سال کے وعدہ کے مطابق ابھی تک چندہ ادا نہیں کیا تو اب ادا کر دینا چاہیئے۔ اگرچہ ہم ہر وقت رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَا اِنۡ نَّسِیۡنَا اَوۡ اَخۡطَاۡنَا کی دعا کرتے رہیں تو دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے نفس پر اتنا بوجھ ڈالنا چاہیئے کہ جب ہمیں غلطی اور نسیان کی طرف توجہ دلائی جائے تو فوری طور پر ہم اپنی کمزوریوں کی اصلاح کر لیں اور غفلت اور نسیان کو دُور کر دیں!!

مجالسِ خدام الاحمدیہ کی کارگزاری کا سہ ماہی جائزہ

(ماہ دسمبر ۶۴ء، جنوری، فروری ۶۵ء)

ذیل میں مجالس خدام الاحمدیہ کی رپورٹوں سے تیار شدہ سہ ماہی جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ ان اعداد و شمار سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مجالس نے اپنے اپنے ہاں ماہ دسمبر ۶۴ء و جنوری، فروری ۶۵ء میں کیا کام کیا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ اعداد و شمار ان رپورٹوں کے مطابق ہیں جو مرکز میں موصول ہوئی ہیں۔ بعض مجالس معیّن رنگ میں رپورٹ نہیں بھجوائیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی مساعی کو اس سہ ماہی جائزہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لحاظ سے یہ جائزہ صرف ان مجالس کی کارکردگی کا عکس پیش کرتا ہے جنہوں نے بروقت رپورٹیں بھجوا کر معیّن رنگ میں اپنی مساعی سے مطلع کیا۔ قائدینِ مجالس کی خدمت میں درخواست ہے کہ رپورٹ بھجواتے وقت ان امور کو مدِّنظر رکھیں کہ رپورٹ بروقت، مکمل اور معیّن صورت میں بھجوائی جائے۔ شکریہ!

(نائب مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

اِعتماد:-

اِس سہ ماہی میں مجالسِ خدام الاحمدیہ نے اپنے ہاں ۵۹۴ اجلاسِ عاملہ اور ۱۹۸ اجلاس عامّہ منعقد کئے۔

وقارِ عمل:-

اِس عرصہ میں ۳۸۳ مرتبہ اجتماعی وقارِ عمل کیا گیا جس میں ۱۷۷۵ خدام نے حصّہ لیا اور ۵۹۹ گھنٹے کام کیا۔ خصوصی کام یہ تھے:- ایک دیہاتی مجلس نے مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں ۱۲ گڈّے مٹی دُور سے لا کر ڈالی۔ واہ کینٹ کی مجلس نے مسجد کی تعمیر میں مدد کرتے ہوئے ۲۰ ہزار مکعب فٹ مٹی ڈالی۔ گوکھووال کی مجلس نے ۱۲ ایکڑ زمین کو ہموار کیا اور اس میں ایک سڑک بنائی۔ ربوہ میں یومِ صفائی منایا گیا۔ مجالس نے ہفتہ شجرکاری کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔

تعلیم

۱۵۶ خدام قرآن کریم ناظرہ اور ۱۱۶ قرآن کریم با ترجمہ سیکھ رہے ہیں۔ ۱۱۴ افراد کو

نماز با ترجمہ اور ۸۹ افراد کو عام لکھنا پڑھنا یا اپنے دستخط کرنا سکھائے گئے۔ مجالس کے ہاں جو لائبریریاں قائم ہیں ان میں ۸۶ کتب کا اضافہ ہوا۔ اس عرصہ میں ۲۴۴۴ افراد نے ان لائبریریوں سے استفادہ کیا۔

اصلاح وارشاد:۔

خدام میں تبلیغ کا جوش اور جذبہ پیدا کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ چنانچہ اس عرصہ میں ۲۸۴۲ خدام نے اس کا عملی ثبوت دیا اور پیغام حق پہنچانے کے لیے وقت دیا۔ ۵۹۹ خدام نے پورا ایک ایک دن وقف کیا۔ ۷۱۴۴ افراد زیر تربیت رہے۔ پیغام حق کی وضاحت اور دعوت کے سلسلہ میں ۱۰۶۱ خطوط لکھے۔ ۴۸۳۷۱ کی تعداد میں مختلف کتابچے اور پمفلٹ احباب میں تقسیم کئے گئے۔ حج سکیم میں ۱۱۲ افراد نے حصہ لیا۔ خدام کی مساعی کے نتیجہ میں ۴۴ احباب کو حلقہ بگوش احمدیت ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاص قابل ذکر کام یہ ہیں:۔

ربوہ کی مجلس نے تیس خدام پر مشتمل بارہ وفود قریبی دیہات میں بھیجے۔ جنہوں نے ۴۴ میل پیدل سفر کیا۔ مجالس سرگودھا و لاہور نے لٹریچر تقسیم کرنے کے لیے خاص پروگرام بنایا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ لاٹھیانوالہ کے خدام نے دو مرتبہ مذہبی امور پر علماء سے تبادلہ خیالات کیا۔ جیکب آباد کی مجلس نے صنعتی نمائش کے موقعہ پر احمدیہ مسلم بک سٹال لگایا۔

خدمت خلق

شعبہ خدمت خلق کا کام بڑا وسیع اور متنوع قسم کا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خدام میں بنی نوع انسان کی خدمت کا جذبہ موجود ہے اور وہ اپنے اپنے ماحول میں خدمت کا فریضہ بجا لاتے ہیں۔ گزشتہ تین مہینوں میں مجموعی طور پر ۱۶۴۴ مستحقین کی امداد کی گئی۔ امداد کے طور پر ۴۳۹۲ روپے ۴۷ پیسے نقد دیئے گئے۔ ۶۰۰ احباب کو راستہ بتا کر ان کی راہنمائی کی گئی۔ ۴۹ خاندانوں کو رہائش کے لیے مکان حاصل کر کے دیئے۔ ۵۹۶ مریضوں کو مفت ٹیکے لگائے گئے جن میں سے بعض کے لگانے کے لئے خدام کو پانچ پانچ چھ چھ میل تک سفر بھی کرنا پڑا۔ ۹۲۲ مسافروں کو خدام نے خود اپنی جگہ چھوڑ کر بیٹھنے کیلئے جگہ پیش کی۔ راستوں سے ۵۰۷۴ مختلف مضرت رساں چیزوں کو ہٹایا گیا۔ ۱۲۳۰ مسافروں کو سائیکل پر سوار کر کے یا خود ان کے ساتھ جا کر یا کرایہ مہیا کر کے ان کو منزل مقصود تک پہنچایا گیا۔ ۱۵۰۲ خطوط اور درخواستیں لکھ کر یا ٹائپ کر کے دی گئیں۔ ۱۱ گم شدہ بچوں کو تلاش کر کے ان کے والدین تک پہنچایا گیا۔ غریب اور نادار اصحاب کو ۲۴۴۳ پارچات بطور امداد دیئے گئے۔ ۱۵۵ روپے تعلیمی وظیفہ کے طور پر دیئے گئے۔ ۵۳ گز کپڑا خرید کر غریبوں کو دیا گیا۔ ۳۸۳ افراد کو ان کا بوجھ اٹھانے میں مدد دی گئی۔ ۱۰۴۰ روپے بطور قرضہ حسنہ دیئے گئے۔ ۲۹۴۴ مریضوں کی عیادت

کی گئی۔ ۶۹۷ بے روزگار افراد کو ملازمت تلاش کرنے میں مدد دی گئی جن میں سے ۱۱۶ افراد کو روزگار مہیا ہو گیا۔ ۲۱ من ۹ سیر آٹا غریبوں میں تقسیم کیا گیا۔ ۸ من ۱۱ سیر گندم بھی دی گئی۔ ۱۶۹۹ بھوکے لوگوں کو کھانا کھلایا گیا۔ ۵۹۲۳ مریضوں کو مفت دوائی دی گئی یا مناسب طبی علاج کیا گیا۔ ۵۰۰۶ افراد کو پانی پلایا گیا۔ ۲۷ خدام نے خود بھوکے رہ کر اپنا کھانا دوسرے مستحق غرباء کو کھانے کے لئے دیا۔ ایک کنوئیں کی بڑی محنت سے صفائی کی گئی۔ ربوہ کے ۱۲ اور لاٹھیانوالہ کے دو خدام نے بعض مریضوں کی جان بچانے کے لئے اپنا خون عطیہ کے طور پر دیا۔ ۶ جھگڑوں کا فیصلہ کروایا گیا۔ ۳ طلباء کو مفت پڑھایا جاتا رہا۔ قصور کے خدام نے بڑی محنت سے ایک پھنسے ہوئے تانگہ کو نکالا۔ ڈاکخانہ کی ہڑتال کے دنوں میں لائل پور کے خدام نے دو دن اپنی اپنی گلی کے رہنے والوں کی ڈاک ڈاکخانہ سے حاصل کر کے ان کے گھروں میں تقسیم کی۔ ۲ نابینا افراد کو ان کے گھروں تک پہنچایا گیا۔

لمحۂ فکریہ

"جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں۔ وہ ضرور ہلاک ہوں گے!"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۱۴)

متفرقات

خدام الاحمدیہ کی بعض تقاریب

- الوداعی تقریب
- مجلس مذاکرہ

الوداعی تقریب

مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۶۵ء بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی قیام گاہ پر محترم رفیق احمد صاحب ثاقب سابق مدیر خالد کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب منعقد کی گئی جس میں ممبران اشاعت بورڈ کے علاوہ محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ نے بھی شرکت فرمائی۔

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر اشاعت بورڈ نے مہمانوں کی چائے سے تواضع کی۔ محترم محمد اسمٰعیل صاحب منیر نے تلاوت قرآن کریم سے الوداعی تقریب کے پروگرام کا آغاز فرمایا۔ مہتمم صاحب اشاعت عبدالشکور صاحب اسلم نے محترم رفیق احمد صاحب ثاقب کی خدمت میں ممبران بورڈ اشاعت کی جانب سے مندرجہ ذیل ایڈریس پیش کیا۔

"یہ مختصر سی تقریب اس غرض کیلئے منعقد کی گئی ہے کہ ہم ممبران بورڈ اشاعت محترم رفیق احمد صاحب ثاقب مدیر رسالہ خالد کی ان خدمات جلیلہ کا شکریہ ادا کریں جو انہوں نے قریباً اڑھائی سال بحیثیت ایڈیٹر خالد سرانجام دیں۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

محترم ثاقب صاحب نے جب خالد کی ادارت کا کام سنبھالا اُسوقت نہ صرف مالی لحاظ سے بلکہ معنوی لحاظ سے بھی رسالے کی حالت چنداں اچھی نہ تھی مگر محترم ثاقب صاحب نے مسلسل

کوشش اور جدوجہد نے رسالے کے معیار کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ اب اس رسالے کا شمار جماعت کے چوٹی کے رسالوں میں ہونے لگا ہے۔ حال ہی میں "خلافت ثانیہ نمبر" کی اشاعت میں جس شوق، محنت اور اخلاص سے انہوں نے کام کیا ہے اس کے نتیجہ میں رسالہ کی ساکھ میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

ہم ممبرانِ بورڈ اشاعت نہایت درد دل کے ساتھ انہیں الوداع کہتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدماتِ دین کی توفیق دیتا جائے۔ اللّٰھم آمین۔"

اس کے بعد محترم ثاقب صاحب نے اپنی مختصر سی تقریر میں اپنی گوناگوں مصروفیات کی بناء پر اس کام کو جاری نہ رکھ سکنے پر اظہارِ افسوس کیا اور ساتھ ہی اس سلسلہ میں آئندہ کیلئے ہر ممکن تعاون کا وعدہ بھی فرمایا نیز مجلس مرکزیہ کا شکریہ ادا کیا جس کے تعاون سے وہ اپنی بساط کے مطابق خدمات بجا لاتے رہے۔

مجلس مذاکرہ ۱۹ر فروری ۶۵ء کو بعد نماز مغرب مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت شرقی نے ایک "مذاکرہ" کا انعقاد کیا جس میں مجلس کے عہدیداران کی طرف سے "مجلس خدام الاحمدیہ" کے بارے میں مقالہ جات پڑھے گئے۔ یہ "مذاکرہ" اس غرض کیلئے منعقد کیا گیا تھا تا عہدیداران کے دلوں میں خدمتِ دین کا ایک نیا ولولہ پیدا ہو اور انکے اندر قوتِ فیصلہ کا ملکہ ترقی کرے نیز دیگر خدام کے دلوں میں بھی یہ جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ کے استحکام اور اس کی سربلندی کے لئے عہدیداران کے معاون و مددگار بنیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے مختلف شعبہ جات کے امور کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لئے مجلسِ مذاکرہ میں مندرجہ ذیل تجاویز خاص طور پر پیش ہوئیں:۔

(۱) عہدیداران خدام الاحمدیہ اپنے مفوضہ فرائض کو زیادہ بہتر طور پر اس وقت سرانجام دے سکتے ہیں جب وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر کام کریں، بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ان کے دلوں میں پائی جاتی ہو اور بےنفسی اور توکل علی اللہ ان کا طرۂ امتیاز ہو۔

(۲) جب تک عہدیداران اپنا نمونہ بہترین طور پر پیش نہ کریں اس وقت تک ان کے ذریعہ خدام اور اطفال کی صحیح رنگ میں تربیت سرانجام پانی محال ہے۔

(۳) مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض و غایت اور اس کی اہمیت اور افادیت خدام کے سامنے بار بار پیش کی جایا کرے تاکہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ کے امور میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیکر خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کا حق بجا لاسکیں۔

(۴) اطفال کی تربیت کے لئے جب تک والدین کا تعاون حاصل نہ ہو کامیابی محال ہے۔ اس غرض کے لئے انفرادی طور پر بھی اور جلسوں وغیرہ میں بھی والدین کے سامنے اطفال کی تربیت کے ضمن میں مجلس خدام الاحمدیہ کے پروگرام پیش کئے جایا کریں اور ان سے تعاون کی اپیل کی جایا کرے۔

(۵) خدام اور اطفال کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے کیلئے اور انکے والدین کا تعاون حاصل کرنے کیلئے مجلس خدام الاحمدیہ کو ایسے امور زیادہ سے زیادہ سرانجام دینے چاہئیں جو عوام کیلئے جاذبِ توجہ اور ظاہری کشش کا باعث ہوں۔ مثلاً ڈسپنسریاں قائم کی جائیں، لائبریریاں کھولی جائیں اور کھیلوں کی کلبیں وغیرہ بنائی جائیں ٭

Regd. No. L. 5830 APRIL 1965 Telephone : 48

Monthly **KHALID** *Rabwah*

Title Printed at Nusrat Art Press, Rabwah.